

تاریخ پاکستان کا ایک مشہور مشہور باب

الحاقِ جوناگڑھ

مصنف

حبیب لاکھانی

مترجم

شہناز لاکھانی

لاکھانی پبلی کیشنز

۸۴/۱، لاکھانی منزل مسجد روڈ، بہار کالونی، کراچی

۱۹۷۰ء

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی کراچی

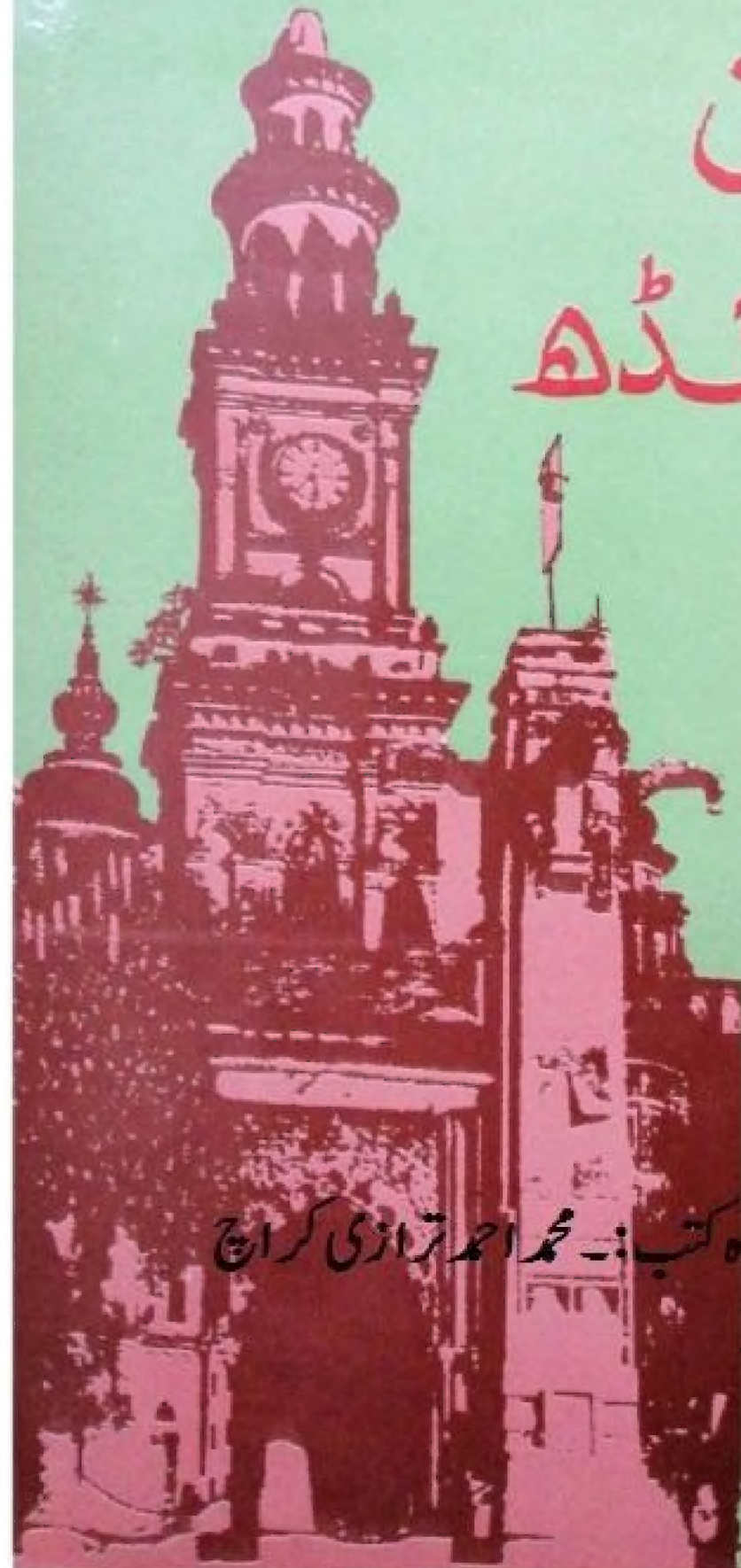
تاریخ پاکستان کا ایک مشہور مشہور باب

الحاق

جوناگڑھ

حبیب لاکھانی

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی کراچی



جملہ حقوق محفوظ ہیں

الحاق جو ناگڈھ

تحقیق و تصنیف _____ حبیب لاکھانی

اردو ترجمہ _____ شہناز لاکھانی

سرورق _____ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

ریاست جو ناگڈھ کا نقشہ _____ منشی دھوراجوی

طابع _____ پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

صفحات _____ ۲۰۰ + ۳۲ + ۱۲ = ۲۴۴ مع دو نقشہ جات

اشاعت اول _____ مئی ۱۹۸۹ء

تعداد _____ ایک ہزار

ناشر

لاکھانی پبلیکیشنز ۸۴/۱ لاکھانی منزل

مسجد روڈ بہار کالونی، کراچی۔

قیمت ۲۵ روپے

انتساب

نواب مہابت خانجی کے نام

جن کے ایک اہم تاریخی فیصلے نے کاٹھیاواڑ
گجرات کے اُنے لاکھوں مسلمانوں کو عزم و ہمت
اور اعتماد کے ساتھ مملکت خداداد پاکستان ہجرت
کے لئے آمادہ کیا جن کے آمد ملکی معیشت کے
استحکام اور ترقی و خوشحالی کا باعث بنے۔

کتاب ملنے کا ہتہ؟
ہرنات برٹنگ پریس
کاغذی بازار کراچی

پیش لفظ

میں ریاست جو ناگڑھ کا باشندہ نہیں ہوں اور دس بارہ سال پہلے تک مجھے جو گدھ کے معاملے سے کوئی گہری دلچسپی بھی نہیں تھی لیکن علاوہ میں جب میں نے پاکستان کی تخلیق اور ترقی میں مبین برادری کے کردار کی تفصیلات پر مشتمل گجراتی اخبارات میں پاکستان اور مبین برادری کے لئے جب تحقیقی شروع کی اس وقت مجھے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ لاٹھی مار اور گجرات کا مبین برادری اور دیگر گجراتی مسلم اقوام کی پاکستان کی جانب ہجرت کا سب سے بڑا سبب پاکستان کی تخلیق نہیں بلکہ ریاست جو ناگڑھ کا پاکستان سے الحاق اور اس سے مرتب ہونے والے ایسے نتائج تھے جو کسی کے خیال و خواب میں بھی نہ تھے۔

اس کے بعد میں نے مبین برادری سے متعلق دیگر معاملات کے علاوہ مسئلہ جو ناگڑھ کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ میں نے اپنی مذکورہ پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ستر صفحات میں پاکستان کے ساتھ جو ناگڑھ کا الحاق، اس پر بھارتی قبضہ، اکتیانہ باغیوں کی لوٹ مار اور لاٹھی مار اور گجرات سے مبین برادریوں اور دیگر مسلمانوں کی ہجرت کی تفصیلات بیان کی تھیں۔ مہینوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں پر الحاق جو ناگڑھ کے کس قسم کے اثرات مرتب ہوئے تھے، انہوں نے کس طرح ہجرت کی اور اس کے بعد پاکستان کی معیشت کے استحکام اور ترقی میں مبین برادری اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تفصیلات مذکورہ کتاب کے

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی کراچی

دیگر متعدد صفحات پر دی گئی تھی۔

اپنی اس کارکردگی کے بعد میں نے ایک مصنف کی حیثیت سے گجراتی مسلمانوں کے لئے اپنے فرض کی کم و بیش ادائیگی پر کچھ اطمینان محسوس کیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی مسئلہ جو ناگہمہ کا مکمل پس منظر کا اٹھیا داڑ اور دیگر مقامات پر پیش آنے والے واقعات ان کے رد عمل اور نتائج کی حقیقت پسندانہ اور مکمل تفصیلات پر مبنی کسی کتاب کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

ورلڈ میمن فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی جناب عمر فاضل فاروق، کیتار کی میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کیتار کی لوٹ مار اور بعض دیگر واقعات کے چشم دید گواہ رہے ہیں۔ وہ ہر سال ۹ نومبر کے دن گجراتی اخبارات میں الحاق جو ناگڑہ اور اس کے نتائج کے بارے میں مختلف موضوعات پر مضامین قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ تین سال قبل اسی قسم کے ایک مضمون کے آخر میں انہوں نے لکھا تھا کہ مسئلہ جو ناگڑہ کی تاریخ پر وقت کی گزر جمع ہو رہی ہے اور اس سے پیشتر کہ آئندہ دس پندرہ سالوں میں وہ مکمل طور پر اوجھل ہو جائے کسی کو اس کی تفصیلات قلمبند کر لینی چاہیئے اس وقت تک راقم المعروف میمن تارک کے موضوع پر چار کتابیں اور متعدد مضامین شائع ہو چکے تھے جس میں سے "پاکستان اور میمن برادری" میں میں نے اس مسئلہ کا کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے مجھے مذکورہ بالا مضمون کے ذریعے یہ اہم فرض انجام دینے پر پُر زور اصرار کیا تھا۔ مجھے ان کا یہ مشورہ بڑی حد تک مناسب محسوس ہوا اور میں نے اس پر عمل کرنے کا تہیہ کیا۔ ابتداء میں میرا ارادہ پاکستان اور میمن برادری کے صفحات کے علاوہ ابتداء میں پس منظر کا ایک باب اور آخر میں نتائج کے ایک باب کا اضافہ کر کے تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل ایک عظیمہ کتاب مرتب کرنے کا تھا۔ مذکورہ کتاب کے ذریعے مسئلہ جو ناگڑہ کی کافی تفصیلات گجراتی قارئین کے سامنے پیش ہو چکی تھیں اس لئے میں نے اس نئی کتاب کو اردو میں ترتیب دینے کا فیصلہ کیا تاکہ گجراتی زبان

والے قارئین بھی اس سے مستفیض ہو سکیں ان میں سے بہت سے افراد کو تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ ریاست جو ناگڑہ پاکستان سے الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی اور اس وقت معلومات عامہ کی کتابوں اور ذہنی آرائش کے پر ڈھولوں میں اس ضمن میں ریاست بھادلوپور کا نام لیا جاتا ہے جس نے چند جیسے کے سنی روپیہ کے بعد پاکستان سے الحاق کیا تھا۔

۹ نومبر ۱۹۸۱ء کو سقوط جو ناگڑہ کو چالیس سال پورے ہونے کو تھے میں نے اس روز کتاب "الحاق جو ناگڑہ" شائع کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے ۱۲ اگست کے کام شروع کر کے اس کو مکمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو نوے دن کی ہمت دے لی لیکن دیگر کاموں کی طرح میرا یہ کام بھی مقررہ مدت میں پایہ تکمیل نہ پہنچ سکا۔ اس دوران میں نے اپنا ابتدائی مسودے کا باب جس میں ۲ جون ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تک کے واقعات شامل کئے تھے۔ اردو کے معروف مصنف جناب راشد سعید کو دکھائے جن کی کہ اب تک چھپا لیس تصانیف شائع ہو چکی ہیں انہوں نے اس باب کو پڑھنے کے بعد مجھے کہا کہ میرا مطالعہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ریاست جو ناگڑہ اور اس کے نواب کے بارے میں ایک دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس باب میں آپ نے بتایا ہے کہ ریاست جو ناگڑہ کے آخری وزیر مرزا ہنوا تھے اور ریاست ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان گیا تھا الحاق آئین کو دیا تھا یہ اولیٰ بہت سی باتیں میرے لئے بالکل نئی ہیں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ سو صفحات پر مشتمل کوئی کتاب لکھنے کی بجائے اس قسم کی ایک جامع کتاب لکھیں جس میں کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو آجا کر کیا گیا ہو۔ اور اس کتاب کو مکمل اور مستند بنانے کے لئے جو ناگڑہ کے بارے میں مزید تحقیق کر کے اس کی از سر نو تصنیف کریں۔

میں نے ان کے مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ "پاکستان اور میمن برادری" کی تصنیف کے وقت میں نے اس موضوع پر جو وسیع تحقیق کی تھی۔ اس کی بہت سی تفصیلات کو میں نے مذکورہ کتاب میں شامل نہیں کیا تھا۔ ان تفصیلات کے علاوہ

میں نے اس موضوع پر مزید تصانیف اور مضامین کا مطالعہ کیا۔ مزید افراد سے واقف نہیں کیوں اور نئے سرے سے کتاب لکھنے کی ابتداء کی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مشہور جونا گڑھ کے بارے میں آخری پچاس سالوں میں دو چار چھوٹے کتابچوں کے علاوہ ایک اردو کتاب اور ایک گجراتی سیریل شائع ہو چکی ہیں۔ جونا گڑھ کے باشندے ڈاکٹر اسماعیل بیگ نے ۱۹۶۵ء میں حیدرآباد سندھ سے "جونا گڑھ" نامی ایک اردو کتاب شائع کی تھی جو چار سو صفحات پر مشتمل تھی۔ جونا گڑھ کے ہی ایک باشندے جناب محمد علی "خمار" ترخڑی نے کراچیا کے روزنامہ "دن گزشتہ" میں ۱۹۶۵ء میں الحاق جونا گڑھ کے نام سے پچیس صفحات پر مشتمل ایک سیریل شائع کی تھی۔ ان دونوں مصنفین نے بہت جونا گڑھ اور نواب صاحب کے لئے گہری وفاداری اور وابستگی کے جذبہ کے ساتھ اپنی تصانیف تیار کی تھیں۔

ہر یک کے کسی ایک ہی موضوع پر کتابیں لکھنے والے مصنفین کے پاس تحقیقاتی مواد کم و بیش ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل بیگ، جناب "خمار" ترخڑی اور قائم الطوف کے پاس بھی حوالہ جات کے لئے کم و بیش یکساں کتابیں ہیں۔ پھر مٹی مشہور جونا گڑھ کی اقوام متحدہ میں بحث کے بارے میں جو انگریزی دستاویز جمع کرنے حاصل کئے تھے وہ میں میں سال کے عرصہ کے بعد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر اسماعیل بیگ نے ان دستاویز کو تقریباً مکمل طور پر اپنی کتاب کے آخری ڈیڑھ سو صفحات میں شائع کیا ہے۔ میں نے انہی کے حوالے سے اپنی اس کتاب کا گیارہواں باب "اقوام متحدہ میں مرتب کیا ہے جس کے لئے کہ میں ان کا مشکور ہوں۔

دیگر کسی کتابوں کا کم و بیش یکسانیت کے اوجہ میں نے مزید مین ذرائع استعمال کئے ہیں۔

۱۱ جونا گڑھ کا عارضی حکومت کے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے مولانا لال پارکھ

اور تو بھائی کو چھائی کی سقوط جونا گڑھ کے فوراً بعد شائع ہونے والی تصانیف "جونا گڑھ، تیرا اہل کا سفر" (گجراتی)، اور جونا گڑھ کا عوامی انقلاب (گجراتی)، ان دونوں کتابوں میں عارضی حکومت کی تشکیل، اس کی جنگی تیاریاں، ریاست جونا گڑھ کے مختلف گاؤں پر اس کا قبضہ، سر دار پٹیل اور شام داداس کا گڑھی کا مکمل تقاریر وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ یہ دونوں تصانیف مجھے جناب عمر فاضل خاوندی سے دستیاب ہوئیں۔

(۱۶) اس وقت کے مسلم حکیت کے گجراتی اخبارات اور جرائد کی فائلیں جو مین دیلیٹر سوسائٹی کی "ایچی قبر" کے نزدیک واقع مین دیلیٹر سوسائٹی میں دستیاب ہیں۔

(۱۷) اس کتاب میں بیان کئے گئے واقعات کے رونما ہونے کے وقت ان مقامات پر موجود افراد کی حقائق۔

"پاکستان اور مین برادری" کی تصنیف میں بھی میں نے ان تمام ذرائع کا استعمال کیا تھا۔ اس کتاب میں کاٹھیاواڑ میں رونما ہونے والے واقعات اور کراچی میں جاسرین کے لئے امدادی کاروائی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اس وقت کی تحقیقاتی جامع ثابت ہوئی کہ اس کتاب کے ستر میں سے پچیس صفحات اس نئی کتاب میں تقریباً جوں کے توں شامل کر لئے گئے ہیں جبکہ باقی پورہ مطالعہ زیادہ تفصیل اور نئے فون کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہیں۔

۱۸ مولانا نے اپنے مفروضہ طرز تحریر، انداز بیان اور خصوصاً زبان کا حامل ہونا ہے میں اپنی طرز تحریر اور انداز بیان کے بارے میں کچھ کہ نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کتاب کا ہر واقعہ غیر جانبداری اور بغیر کسی تعصب کے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر واقعہ کو جس طرح وہ رونما ہوا تھا حقیقت پسندانہ طرز اور بغیر کسی تعریف و تنقید کے پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر میرے اپنے خیالات مزید ہیں جنہیں میں نے اس کتاب کے صرف آخری باب میں پیش کئے ہیں۔

منہ جو ناگدھ کے اسے میں اردو میں ایک معلوماتی اور تفصیلی کتاب لکھنے کے لئے میری حوصلہ افزائی کرنے پر میں جناب راشد سعید کا مشکور ہوں انہوں نے اس کتاب کے مسودے کی بھی کچھ اصلاح کی ہے اس کتاب کی تحقیق و تصنیف کے ابتدائی دور میں جناب عصمت پٹیل اور جناب گھائل کتیانوی نے تعاون کیا تھا میری بعض دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب کے اصل نگرانی مسودے کو پڑھنے کے بعد مفید مشورے دینے کے لئے میں اپنے دوست جناب اسحق امرلیا کا بھی ممنون ہوں اس کتاب سے منسلک بہت سے امور میں میرے خاندان کے افراد نے علی تعاون کیا ہے۔ اس کتاب کی کتابت، چھپائی اور اشاعت کی تمام ذمہ داری سے مجھ کو بری کرنے کے لئے میں جناب عثمان عمر باٹلی والا کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔ مہینہ فیروز کے مدیر جناب محمد صدیقی پولانی کی رہنمائی بھی مجھے ہر موقع پر حاصل رہی ہے۔

اردو میں اشاعت کی یہ میری پہلی کاوش ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں کچھ غلطیوں کا رہ جانا فطری طور پر لازم ہے جس کے لئے میں قارئین اور ناقدین سے معافی کا طلبگار ہوں۔

گجراتی مسلمانوں نے مسلم لیگ کے لئے اور پاکستان کی تخلیق و ترقی میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تاریخ کا کچھ حصہ گجراتی میں مرتب ہو چکا ہے لیکن اردو میں اس سلسلے میں شاید ہی کچھ لکھا گیا ہو۔ الحاقی جونا گدھ کو گر کا میا بی حاصل ہوئی تو پھر پاکستان کی تاریخ کے ساتھ منسلک بعض فراموش شدہ ابواب کو انشا اللہ، ہم دونوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

حبیب لا کھانی

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء

۸۲/۱ بہار کالونی

سکراچی

فہرست

آغاز داستان

باب اول

تاریخ کے آئینے میں

۱۹۱۵ء

ریاست جونا گدھ ۵۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ ۶۔ جونا گدھ کی قدیم تاریخ، سومناٹھ کا مندر ۸۔ پیر جمیل شاہ ۹۔ یادگار اشوک ۱۰۔ کشترب۔ گیت ویس ۱۱۔ راجپوت دور حکومت ۱۱۔ سومناٹھ کی بت شکنی ۱۲۔ تفتق کا نامور ۱۳۔ محمود بیگڑا کی فتح ۱۳۔ سلطانی دور حکومت ۱۴۔ مغلیہ دور حکومت ۱۵۔

باب دوم

بابی خاندان کی حکومت

۱۹۱۵ء

بابیوں کے آباد اجداد ۱۴۔ اہلی کے پڑتے ۱۸۔ راجن پور۔ بالاسینور۔ بانٹو ۱۹۔ دیوان امرجی ۲۰۔ انگریزوں کے ساتھ معاہدہ ۲۱۔ ترقی پسند نوآئین ۲۳۔ داتار کی یادیں ۲۴۔ بہاؤ الدین کا لٹ ۲۵۔ ذاب جہاوت غائبی ۲۶۔ ترقی پسند اصلاحات ۲۸۔ شجاعتی خوشحالی ۲۹۔ کیتاز کی خوشحالی ۳۱۔ صنعت کاری ابتدا ۳۲۔ ذاتی سردار ۳۳۔ عدالتی نظام ۳۳۔ نظام حکومت ۳۴۔ مذہبی مقامات کو امداد ۳۵۔ حوالہ جات

باب سوم

دوبی ریاستیں

۱۹۲۸ء

مقام اور اہمیت ۳۸۔ حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات ۳۹۔ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی ۴۰۔ اعلان آزادی کے بعد ۴۱۔

صفحہ ۳

پاکستان کے ساتھ منسلک ریاستیں ۴۵۔ راولپنڈی پور۔ پٹن پور ۴۶۔ جودھپور
جیلیر۔ کپورتھلہ ۴۵۔ بھاو پور۔ خیر پور ۴۶۔ قلات اور دیگر ریاستیں ۴۸
بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں ۴۸۔ تراون کور۔ بھوپال۔ رام پور ۴۹
پھٹیس گڑھ کا معاملہ ۵۰۔ تین مستثنیات ۵۱۔ حیدر آباد پر قبضہ ۵۲
کشمیر کی کہانی ۵۲۔ حوالہ جات

باب چہارم

الحاقی جونا گڑھ

۱۵۳ تا ۱۵۴

نواب کی خواہش ۵۴۔ سر شاہنواز بھٹو ۵۵۔ قائد اعظم کی یقین دہانی ۵۶
اسلام کی خاطر قربانی ۵۷۔ دہلی کی طرف سے دباؤ ۵۸۔ الحاق کا اعلان ۵۸
جشن پاکستان ۶۰۔ مین برلوری کا مطالبہ ۶۱۔ مخالفت کی ابتداء ۶۳۔ تباہی کی
دھمکی ۶۳۔ نعرۂ جنگ ۶۳۔ ناکہ بندی کے اثرات ۶۴۔ حکمرانوں کی مخالفت ۶۸
برباری کا انباء ۶۸۔ نواب کی ثابت قدمی ۶۹۔ اعلان تسلیم ۷۰۔ حوالہ جات
باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

۹۱ تا ۹۲

دہلی میں تشویش ۷۲۔ ماؤنٹ بیٹن کی الجھن ۷۳۔ فوجی محاصرہ کا فیصلہ ۷۴
بھارت کی برہمی ۷۵۔ قائد اعظم کا انباء ۷۵۔ مین جونا گڑھ میں ۷۶۔ بچے
سونا تھ ۷۷۔ کوٹ امدار۔ آستینیں چڑھائیں ۷۸۔ گاندھی جی کا آشیر دلو ۷۸
عاریں حکومت کا قیام ۷۹۔ راجکوٹ کی راہ ۸۰۔ جونا گڑھ دوس پر قبضہ ۸۱
باپڑیاوڈ کا معاملہ ۸۳۔ بھارتی افواج کی چمکیا ہٹ ۸۴۔ غیر جانبداری کا خاتمہ ۸۵
تین اہم واقعات ۸۶۔ حکومت بھارت کا بیان ۸۶۔ لیاقت علی خان کی برہمی ۸۶
شہر نچ کا کھیل ۸۷۔ دونوں ملک کی تبدیلی کا خطرہ ۸۸۔ نہرو کا اندیشہ ۸۹

کامیاباڑ میں بھارتی افواج ۹۰۔ حوالہ جات

باب ششم

دو محاذوں کی کہانی

۱۰۵ تا ۱۰۶

جونا گڑھ اور کشمیر ۹۲۔ مانادور پر قبضہ ۹۲۔ کشمیر کے حالات ۹۳۔
دسمبر کے روز ۹۵۔ کبڈی کا کھیل ۹۶۔ تباہیوں کی پیش قدمی ۹۷۔ بھارتی افواج
افواج کی آمد ۹۷۔ پاکستانی کمانڈر کا انکار ۹۸۔ نواب صاحب کی روانگی ۹۹۔
قائد اعظم کے نام پیغام ۱۰۰۔ رہنمائی کا فقدان ۱۰۱۔ مزید گاؤں پر قبضہ ۱۰۲۔
بھاؤنڈی اور گائیگوار کی مخالفت ۱۰۳۔ نجام کا جہاد ۱۰۴۔ حوالہ جات

باب ہفتم

سقوط جونا گڑھ

۱۰۷ تا ۱۰۸

مانڈرول میں بھارتی بحریہ ۱۰۶۔ باپڑیاوڈ کا قبضہ ۱۰۷۔ بانٹوا۔ سردار گڑھ ۱۰۸
گلگت میں بغاوت ۱۰۹۔ گاؤں پر قبضہ ۱۱۰۔ شاہنواز کوٹلیگرہم ۱۱۱۔ کتیز
پر حملے کی تیاریاں ۱۱۰۔ فوجی جونا گڑھ کے آخری ایام ۱۱۲۔ ماؤنٹ بیٹن سے پرہیز
پوشی ۱۱۳۔ قبضہ سنبھالنے کی درخواست ۱۱۵۔ آخری ٹیلیگرام ۱۱۶۔ بھڑک رہا آگ ۱۱۷
آخری کارروائی ۱۱۸۔ نومبر کی شام ۱۱۸۔ نہرو۔ لیاقت ٹیلیگرامز ۱۱۹۔ بھارتی مسلمان
گناہگار ہیں ۱۲۰۔ سردار ٹیل کی دھمکیاں ۱۲۱۔ امداد نہ بھیجنے کے اسباب ۱۲۲۔
حوالہ جات

کتیانہ اور بانٹوا کی تباہی ۱۳۲

عارضی حکومت کا کلک ۱۳۳۔ بانٹوا میں جھنڈا و نون اور حسینی مرشدی
بانٹوا میں لوٹ مار اور مبینوں کی ہجرت ۱۳۴۔ کتیانہ پر حملہ ۱۳۹۔ کتیانہ
کی پہلی لوٹ ۱۳۰۔ مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ ۱۳۲۔ کتیانہ میں
دوسری لوٹ ۱۳۳۔ بانٹوا کتیانہ کی لوٹ مار کا بگڑا ناول میں تذکرہ ۱۳۳
مبینوں کی ہجرت کے بعد بانٹوا کی بد حالی ۱۳۸۔ مزید تفصیلات ۱۳۹۔
مبینوں کی ہجرت کے بعد کتیانہ کی بد حالی ۱۴۰۔

دیگر واقعات ۱۳۳ تا ۱۵۶

ماٹرویا کی گرفتاری ۱۳۳۔ ابراہانی کی ثابت قدمی ۱۳۵۔ ویراول میں
تنگ دل ۱۳۶۔ ماٹرویل سے ہجرت ۱۴۰۔ وٹھل کے امی بی ۱۳۸۔ کمیشور
میں فائرنگ ۱۵۰۔ جونا گڑھ میں فساد ۱۵۱۔ راجکوت کے حالات ۱۵۲۔
دھوراجی میں ہنگامہ ۱۵۳۔ جیت پور اور دیگر شہر ۱۵۵۔ عارضی حکومت
کا خاتمہ ۱۵۵۔

کامیاب وار سے ہجرت ۱۵۷ تا ۱۶۸

پیر بندر میں پناہ ۱۵۷۔ فرخ شناس پر تھوڑی سنگ ۱۵۸۔ ریاست
بروہ کی کاروائی ۱۵۹۔ گودھرا میں فساد ۱۵۹۔ ہندو دریا ستوں کا تعاون ۱۶۰
اوکھا کاراستہ ۱۶۰۔ سندھی ہجرت ۱۶۱۔ بیٹی کی کاروائی ۱۶۱۔ حاجی
حبیب کی شہنشاہ ۱۶۲۔ پاکستان میں مبینوں کا پہلا جذبہ عام ۱۶۳۔ کھوکھرا پار میں امدادی
کاروائی ۱۶۵۔ کراچی کی کاروائی ۱۶۶۔ سرکاری سہولتیں ۱۶۷۔ خوشگوار آبادی ۱۶۸۔

اقوام متحدہ میں ۱۶۹ تا ۱۸۰

چار ماہ بعد ۱۶۹۔ جونا گڑھ اور کشمیر ۱۷۰۔ چوہدری غفر اللہ خان کی
تقریر ۱۷۱۔ رائے شماری یا مذاق ۱۷۱۔ دیوبند کا جواب ۱۷۵۔ حرمِ تعلیم ۱۷۶
آخری تقریر ۱۷۷۔ بحث کا خاتمہ ۱۷۹۔ امید کا خاتمہ ۱۸۰۔

۴۰ سال کے دوران ۱۸۱ تا ۱۹۰

ماہیوسی کا سفر ۱۸۱۔ اقوام متحدہ کو درخواست ۱۸۲۔ آج کا جونا گڑھ ۱۸۳
تاریخی یادگاری ۱۸۳۔ حجابت خانی کا انتقال ۱۸۵۔ داد خانی کی دستبرد
ہندی ۱۸۶۔ دیگر کردار ۱۸۷۔ باشندگان جونا گڑھ کے مطالبات ۱۸۸
کیا وہ غلط تھی؟ ۱۸۹۔

کیا کھویا۔ کیا پایا ۱۹۱ تا ۱۹۹

منفرد ریاست ۱۹۱۔ بگڑا قی مسلمان ۱۹۲۔ مبینوں کا کردار ۱۹۳۔
بانٹوا کی بریادی۔ پاکستان کی خوشحال ۱۹۴۔ متعدد کارنامے ۱۹۶۔
نظم و ضبط اور اتحاد ۱۹۷۔ سیاست کے میدان میں ۱۹۸۔ بڑا نقصان ۱۹۹۔

حرفِ آخر

تاریخ پاکستان کا ایک شرمناک شہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی کراچی

آغاز داستان

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جو ناکڑھ
پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی
بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے پیچھے شامل داس گاندھی کی رہنمائی میں
عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جو ناکڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔
اس کے نتیجے میں ریاست جو ناکڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند
میعنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیاز تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے
علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی
جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، خوش دودلے کے نتیجے
میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے
پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جو ناکڑھ کی خاک پاکستان کو
خوشحال کر گئی۔

جو ناکڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔

یونانی نسل کے سرداروں کی حکومت رہی تھی۔ ہندوستان میں یونانی "یونان" (YAVAN) کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے دور میں اس شہر کا نام "یونان گڑھ" رائج ہوا تھا۔ یہ نام شہر موجودہ جوناگڑھ کی جگہ کے قریب یا اس کے ارد گرد رہے ہوئے تھے۔ کافی عرصے کے بعد "چوڑا سما" (CHUDASAMA) راجپوتوں کے دور حکومت میں اس شہر کو اس کے نزدیک واقع ایک بوسیدہ قلعے کی مناسبت سے "چرن رورگ" (CHANDURG) یعنی بوسیدہ قلعے کا نام دیا گیا تھا۔ جو بعد میں آسان بُرائی میں "جوناگڑھ" یعنی پرانا قلعہ ہو گیا تھا۔ گجرات کے سلطانوں کے دور حکومت میں اس کو محض آباد کا نام دیا گیا تھا جو زیادہ عرصہ رائج نہ رہ سکا تھا۔

مذکورہ قلعہ جوناگڑھ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند قلعہ پر واقع ہے اس وجہ سے یہ "اڈپر کوٹ" یعنی اوپر والا قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔ قلعہ موجودہ صدی کی ابتداء کے بعد غیر سرزدی ہو گیا تھا۔ اس قلعہ میں تقریباً چار سو سال سے زائد پرانی تین (3) قوتوں کے علاوہ بدھ راہبوں کی خانہ تھا جن اور قوتوں کے کچھ کھنڈرات آج بھی موجود ہیں جوناگڑھ کا دائرہ کس بھی اس قلعہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

مذکورہ قلعہ جوناگڑھ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند قلعہ پر واقع ہے اس وجہ سے یہ "اڈپر کوٹ" یعنی اوپر والا قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔ قلعہ موجودہ صدی کی ابتداء کے بعد غیر سرزدی ہو گیا تھا۔ اس قلعہ میں تقریباً چار سو سال سے زائد پرانی تین (3) قوتوں کے علاوہ بدھ راہبوں کی خانہ تھا جن اور قوتوں کے کچھ کھنڈرات آج بھی موجود ہیں جوناگڑھ کا دائرہ کس بھی اس قلعہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

سومناٹھ کا مندر:

تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے پرانی روایتوں کے مطابق راجا اورگن نے مذکورہ قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بہت پہلے ہی سے جوناگڑھ کا علاقہ ہندوؤں کا ایک مقدس ترین مذہبی مقام بن گیا تھا۔ ہیرا اول کے نزدیک واقع پرگاس پاٹن (PRAGHAS PATAN) میں وہ جگہ موجود ہے جہاں شری کرشن مبارک ایک شکاری کے اتفاقاً تیر گئے سے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ مقدس مقام سومناٹھ (SOMNATH) کا مندر بھی اس علاقہ میں موجود ہے۔ مندر عقیدے کے

مطابق چند روایتوں کے مطابق ہنگو ان شکر کو خوش کرنے کے لئے فیروز سال پہلے یہ مندر تعمیر کرایا تھا اور اس کو سومناٹھ یعنی چند کے مالک کا نام دیا تھا۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس مندر کی متعدد جگہ از سر نو تعمیر اور مرمت کی گئی تھی اور چند بار اس کی مورتی کو بھی لوٹا گیا تھا۔

دور وسط میں اس مندر کی بڑی شان و شوکت اور جاہ و بھالی تھی۔ ہنگو ان کے مختلف حصوں سے ہر روز اُن گنت عقیدت مند اس کی یاत्रا کے لئے آتے تھے اور پیش جہانندانے اس کی نذر کرتے تھے۔ سومناٹھ کے بت کو اُٹھان وٹھل کہنے کے لئے روزانہ گنگا ندی سے پانی منگوا یا جاتا تھا۔ جس کے لئے گنگا سے لے کر سومناٹھ تک سیکڑوں آدمی ایک مسلسل انسانی زنجیر کی شکل میں متعین کئے جاتے تھے۔

پیر جیشیل شاہ

ریاست میں واقع گرنا پہاڑ کا ٹھیکہ دار کا بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس کی سات چوٹیاں ہیں اور اس کی ہر چوٹی پر ہندو، جین (JAIN) اور مسلمان مذہب کے مقدس مقامات واقع ہیں۔ اس کی سب سے بلند ترین چوٹی "گورکھ ناتھ" ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار تیر چھ سو چھیانوے (۲۶۶۶) فٹ بلند ہے۔ یہی ناتھ

(NEMI NATH) کے نام سے پہچانی جانے والی ایک چوٹی پر جین مذہب کے خوبصورت مندر واقع ہیں۔ یہ مندر اور ریاست ہی میں واقع "دیوار کے مقام" پر واقع جین مندر سنگ تراشی اور تعمیرات کے اعلیٰ نمونے شمار کئے جاتے ہیں۔ دیگر چار چوٹیوں پر ہندو مذہبی مقامات واقع ہیں۔ ان چار چوٹیوں کی جگہ قریب سے کافی فاصلے پر ایک بالکل علیحدہ چوٹی واقع ہے جو داتار کے چار کے نام سے معروف ہے یہ چوٹی دو ہزار سات سو اسی (۲۵۰۱) فٹ بلند ہے۔

پیر جیشیل شاہ داتار چھوٹیوں میں سے ایک ہے جو ناتھ آتے تھے اور اس پہاڑ پر کافی عرصہ مقیم رہے تھے۔ وہ اس پہاڑ پر جنم کے سریشوں کا

۱۵۵۰ء اور ان کی دلچسپی بھال کرتے تھے۔ ان کا پند اس کے ساتھ ساتھ یہ موجود ہے وہ میرٹھ کے مہاراجے کے عہد میں کاغذ اور سند میں میرٹھ کے مقام پر ان کے مرشد کے ہاتھوں واقع ہے۔ وہ ان کے ہاتھ پر ہمیشہ ہندو کے عقیدت مندوں کی بڑی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

یادگار اشوک :-

خاندان موریہ (MAURYA) کے تیسرے بادشاہ اشوک اعظم کے دور حکومت میں جہیز و فکا کاٹھیاواڑ کو موریہ سلطنت سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ کاٹھیاواڑ کے اس وقت کے دارالحکومت گیری نگر کے نزدیک اشوک نے ایک قدرتی چٹان پر گوتم بدھ کے اہنس، اتحاد، بھلائی اور رحمدلی وغیرہ کے بارے میں فرمان مقرر کیا۔ قبل مسیح میں کندہ کرائے گئے۔ یہ سنگلاخ چٹان سطح زمین پر پختہ فرشتہ کا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور اس کی بلندی ۱۲ فٹ ہے۔ اشوک کی یہ عبارت اس چٹان کے وسط میں ایک سو ۱۰۷ مربع فٹ پر کندہ کی گئی ہے۔ اس طرح جونا گڑھ کی تاریکیاں کی باقاعدہ ایجاد اس چٹان سے ہوتی ہے۔

اسی چٹان پر اشوک کی عبارت کے ایک طرف یونانی نسل کے بادشاہ رودند دامن (RODENDAMEN) کی ۱۵۰ قبل مسیح میں کندہ کرائی گئی عبارت بھی پائی جاتی ہے۔ اشوک کی عبارت کی دوسری جانب ٹپت فائدہ ان کے بہاراجہ سندھ ٹپت (SANDH TAPTA) کے کاٹھیاواڑ کے صوبیدار رگنند چند رپال کی تختہ : میں کندہ کرائی گئی عبارت بھی پائی جاتی ہے رودند دامن اور چند رپال کی عبارتیں گیری نگر کے نزدیک واقع وسیع "سٹوڈیشن" (STUDIOSH) کے قریب کی سرمت کے بارے میں ہے یہ تالاب دور اشوک سے بھی بہت عرصہ پہلے موجود تھا اور ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک گیری نگر کے درخت کے بدھ ٹپت و نابود ہو گیا تھا۔ اس وقت اس وسیع تالاب کے صرف چند آثار موجود ہیں۔ اس طرف اشوک کی یہ چٹان جونا گڑھ کی آٹھ صدیوں کی

مہاراج کی محافظ بن گئی ہے۔

جونا گڑھ شہر کے گردوارہ سے گردوارہ چٹان کی طرف جاتی ہوئی ٹرک پر ایک میل کے فاصلے پر یہ تاریکی چٹان آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جونا گڑھ کے انگریز نائب رول فرائڈ نے اس چٹان پر ایک عبارت گیری نگر کے اس چٹان کو موسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا ہے۔

کشترب، گپت، ونہی :-

خاندان موریہ کی حکومت کے بعد گیری نگر یونانی نسل کے کشترب (KASTHAP) اور گپت حاکموں کے ماتحت رہا تھا۔ موریہ اور گپتوں کے دور حکومت میں گیری نگر صوبائی دارالحکومت رہا تھا۔ کشترب سلطنت کا ایک قریبی جہیز و فکا ہو گیا تھا۔ اور اس کے مغربی حصہ کا پانی تخت گیری نگر بنا تھا۔ اس وقت گیری نگر ماتھا۔ اس وقت گیری نگر کی حکومت کاٹھیاواڑ کے باہر کھڑے سندھ اور مالاوا (MALWA) تک پھیل چکی تھی۔ کشتربوں کی حکومت ۱۰۰ قبل مسیح سے ۳۰۰ تک رہی تھی اس کے بعد گیری نگر گپتوں کے ماتحت چلا گیا تھا۔

دہلی دیشیا سے مہو نوں (MEHUN) نے ۳۰۰ء میں گپت سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سوا شتر میں ونہی (WALATHI) کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ ان کا پانی تخت ونہی پر رہا جس کے آثار موجودہ "وٹا گھاؤں کے نزدیک پائے گئے ہیں۔

راجپوتی دور حکومت :-

چار سو سالہ ونہی دور حکومت کا خاتمہ بالرام نامی ایک سردار نے کیا تھا۔ بالرام کے بعد اس کی کوئی اولاد فریضہ ہونے کی وجہ سے اس کا بھائی جونا گڑھ پر چلا گیا۔ تخت نشین ہوا۔ اس کے والد کا تعلق سندھ کے حکمران لاناں سے تھا۔ اس وجہ سے چند رجوڈ نے اپنا خاندانی نام جونا گڑھ (JONAGARH) رکھا۔

دکھا۔ چوڑا سما کا دارا حکومت جو ناگڑھ سے نوکیل کے خالصے پر واقع واسن سٹلی (WASNA STALI) تھا۔ ہندو عقیدے کے مطابق جھگوان کا واسن کے نام سے پہچانا جانے والا اتلہ اس جگہ ہوا تھا۔ اس وقت اس شہر کو زنتلی (ZANTALI) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ چوڑا سما خاندان کے پانچویں بادشاہ مانگو برہو (MANGU BRHU) نے دسویں صدی عیسوی میں اڈپرکوٹ کے بوسیدہ قلعے کو از سر نو تعمیر کر دیا اور اپنا دارا حکومت واسن سٹلی سے گیری نگر منتقل کر دیا تھا۔ گیری نگر کو اس کے دور سے بھی چوڑا ناگڑھ کے نام سے پہچانا جاتا ہے لہذا تھا۔

اس کے بعد چوڑا ناگڑھ سوراشر کی ایک ہزار سالہ تاریخ کا اہم ترین مرکز بنا رہا تھا۔ اس وقت گجرات پر سولہ (SOLAH) خاندان کی حکومت تھی جس کا دارا حکومت پائی تھا۔ سولہ کی اور چوڑا سما مغربی ہند کی سپر باد تھیں۔ ان دونوں کی فتوں کے درمیان مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں اس کے علاوہ غزنوی، تملک، تغلق، گجرات کے سلاطین، اختریزوں، مراٹھی اور کاتھیاواڑ کی دیگر ریاستیں بھی چوڑا ناگڑھ کو اپنا سب سے پہلے برف بناتی رہتی تھیں۔ سوراشر کی گزشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کے سراسر اہم واقعات میں چوڑا ناگڑھ کا اہم کردار پایا جاتا ہے۔

سومناٹھ کی بُت شکنی۔

افغانستان کے بادشاہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر ایک چڑھائی کے دوران ۱۰۲۵ء میں سونماٹھ کو سومات کی بُت شکنی کی تھی اور پھر اس غزنی چلا گیا تھا۔ اس وقت گجرات، کاتھیاواڑ اور سندھ کے سوا پور سے ہند میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ لیکن سونماٹھ کی (اور نو تعمیر ایک سو پچیس ۱۵۰۰ سال کے عرصے کے بعد گجرات کے سابق حکمران (CHANDRA) کے دور میں ہوئی تھی۔ ایک صدی کے بعد علاؤ الدین خلجی نے گجرات فتح کر دیا اور اس کے سربراہ

اب خان نے ۱۲۹۵ء میں سومناٹھ کی دوبارہ بُت شکنی کی۔ چوڑا ناگڑھ کے راہیہ پان نے ایک راہیہ کے بعد اس کو پھر سے تعمیر کرایا۔ اس کے بعد سومناٹھ کے مندر کی بھی کچھ مرمت ہوئی رہی۔ تقسیم ہند سے قبل اس کی سب سے آٹھری مرمت انیسویں صدی میں اندور کی جہارانی اہلیہ بائی (AHALYA BAI) ہونے لگی تھی لیکن سومناٹھ کی تعمیر شان و شوکت اور مذہبی اہمیت بہت پہلے ہی ہو چکی تھی اب بہت کم عقیدت مند اس کی یا تو اس کے لئے آتے تھے اور آہستہ آہستہ مند کھنڈ رہتا گیا۔ ریاست چوڑا ناگڑھ کے دیوان، اعلیٰ انتظامی افسران اور عوام بہت بڑی اکثریت کے ہندو ہونے کے باوجود اس مندر کی کسی نے بھی مرمت نہ کر لی۔ آخر کار ریاست کے آثار قدیمہ کے محکمہ نے اس کو محفوظ ثمارت قرار دے کر اپنی تحویل میں لے لیا۔

تغلق کا محاصرہ۔

محمد تغلق (TUGHLUQ) کے سامنے بغاوت کرنے والے ایک سردار ملک ساگی کو چوڑا ناگڑھ کے راؤ نگھن (RA NAUGHAN) نے پناہ دی تھی۔ ۱۳۳۵ء میں محمد تغلق نے اس پر چڑھائی کی۔ راؤ نگھن نے ملک ساگی کے ساتھ اڈپرکوٹ کے قلعے میں جا کر مورچہ بندی کی۔ تغلق نے اڈپرکوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ آخر کار راؤ نگھن نے ملک ساگی کو فرار کر دیا اور قلعے کے ساتھ صلح کر لی۔ ملک ساگی کا مقابلہ کرتے ہوئے تغلق چھٹے چچا جہاں سلاطین میں اس کا چاہک انتقال ہو گیا۔

محمود بیگڑا کی فتح۔

ہندو عیسویں صدی میں چوڑا ناگڑھ کے راؤ نگھن (RA NAUGHAN) نے سولہ کے کاتھیاواڑ کے کچھ ہندو قلعوں کو شکست دی تھی۔ کاتھیاواڑ میں واقع

تجربہ کے سلاخین کی چند سرحدی چوکیاں ضبط کر لیں اور مسلمانوں کو ہزار سال
کی شریعت کر دیا۔ اس وجہ سے سلطان محمود بگیتا (BEGDA) نے جو ناگزیر
پر چڑھائی کی۔ ہر کوٹ کے قلعہ کے دو سالہ محاصرے کے بعد مائٹ فیک نے حکمت قبول
کر لی۔ اس کو قید کر کے احمد آباد لے جایا گیا جہاں وہ مسلمان ہو گیا اور اس کو
سلطنت کا اعلیٰ ترین خطاب خان خانان عطا کیا گیا۔ اور اس نے اپنی بقید زندگی
احمد آباد ہی میں بسر کی۔ اس طرح جو ناگزیر میر جوڑا اسما خاندان کی چھ صدیوں پر
بیٹھ حکمرانی کا خاتمہ ہو گیا اور مسلم دور حکومت کی ابتداء ہوئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ جو ناگزیر کے ارد گرد واقع موجودہ قلعہ سلطان محمود
بگیتا کے دور حکومت میں تعمیر کیا گیا۔ اس قلعہ کے ۱۲ دروازے ہیں ۱۹۱۲ء
تک یہ دروازے رات کے وقت بند کر دیے جاتے تھے۔ شہر کے باہر کوئی
موت واقع ہو جائے تو اس کی نعش شہر کے اندر لانے کی عادت تھی شاہی
خاندان کے کسی فرد یا کسی اہم شخصیت کی شہر سے باہر وفات ہونے کی صورت
میں نعش کو دروازے سے غائب بلکہ قلعہ کی دیوار توڑ کر شہر کے اندر لائی جاتی تھی
وہ نقل بکیشو (KESHOU) کہتے ہیں وغیرہ کے ارد گرد درمیانی قسم کے قلعہ تھے۔
اس وقت ان قلعوں کا کم و بیش حصہ منہدم ہو چکا ہے مگر ان کی دیواروں
کے کچھ حصے اور دروازے آج بھی موجود ہیں اور انہی کی یاد دلا رہے ہیں۔

سلطانی دور حکومت

جو ناگزیر کی فتح کے بعد کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں میں بھی محمود بگیتا کی
مالکیت تسلیم کر لی گئی اور اسے خراج دیے جانے لگے۔ خراج کی رقمات جو ناگزیر
میں وصول کی جاتی تھیں۔ اس طرح سلطانی دور حکومت میں بھی جو ناگزیر بہار اشتر
کا دار الحکومت بن گیا۔ محمود بگیتا نے ولی عہد خلیل کو بہار اشتر کا پہلا صوبیدار
دکھلا دیا مقرر کیا جس نے بعد میں سلطان مظفر شاہ اول کے نام سے گجرات کی

حکمران کی تھی۔

محمود بگیتا کے دور حکومت میں بھی کچھ (CHACH) فتح کر لیا تھا
اور سرحد نے اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ ان کی کئی نسلوں کو اس کی تعلیم میں کر سنے
کے لئے جو ناگزیر بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ گجرات، کچھ اور سندھ سے بھی بہت سی
مسلم اقوام محمود بگیتا کی دعوت پر جو ناگزیر آکر بیکر ہو گئیں۔ تعلیم ہند کے رواج
ریاست جو ناگزیر کی بیشتر مسلم آبادی انہی خاندانوں کی نسل میں سے تھی جو محمود
بگیتا کے دور حکومت میں یہاں رہائش پذیر ہوئے تھے۔

اس دوران ۱۵۴۳ء میں کاٹھیاواڑ کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے
جزیرہ دیو (DIV) کے پرتگیزی حکمران اور گجرات کے سلطان کے درمیان سمندری
جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ترک کے سلطان سلیمان اعظم نے سلطان کی مدد کے
لئے مصر میں ڈیوال گیلیس بیس بیس فٹ لمبی تین توپیں بھیجی تھیں "نیلم" "ٹانیک"
وغیرہ جیسے ناموں سے مشہور یہ تینوں توپیں جنگ کے خاتمہ پر اوپر کوٹ کے
قلعے میں بیکوادی گئیں۔ جہاں وہ جنگی طیاروں کے دور تک دفاع کا سب سے
موثر آلات حرب تھیں۔ یہ تین توپیں آج بھی اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی یادگار
کے طور پر محفوظ ہیں بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی
یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے
کی جنگی اہمیت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور ۱۹۴۷ء میں وہ خود درجہ اول سے
بھرپور ایک غیر آباد اور ویران مقام بن گیا تھا

مغلیہ دور حکومت

ریاست جو ناگزیر تقریباً سوا سو سال تک سلطانی حکومت کے ماتحت رہی۔
اس کے بعد مغل شہنشاہ اکبر کی فوج نے گجرات اور کاٹھیاواڑ پر چڑھائی کی گجرات
کے سلطان مظفر شاہ سوم نے ان کا دلیرانہ مقابلہ کیا لیکن آخر کار اسے شکست

ہوئی، اسے تیار کر لیا گیا اور ۱۵۹۳ء میں اس نے خود کشی کر لی اس کے ساتھ
 سلطان دود حکومت اختتام پذیر ہوا اور ریاست جو ناٹھہ کے علاقہ میں مغلیہ
 دود حکومت کا اتحاد ہو گیا۔ سلطان کی طرح ملک میں ان لوگوں نے بھی بدستور کاٹھیاواڑ
 میں اپنا دار الحکومت جو ناٹھہ کر لیا دیکھا اور سورتھڑ کی تمام دیاستوں کا طراح پہلے
 کی طرح جو ناٹھہ میں ہی وصول کیا جاتا تھا۔ اکبر کے وزیر مہاراجا ٹوڈر مل نے
 اصولی نظریہ نسق کے لئے سورتھڑ کو چار جہزائیائی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔
 اس میں سے وہ علاقہ جس میں جو ناٹھہ واقع تھا وہ سورتھڑ کے نام سے پہچانا
 جاتا تھا۔ جو سورتھڑ کی جڑی ہوئی لادسی شکل تھی۔ بقیہ تین حصے بالار، بھالادواڑ
 اور گوبلیواڑ نام سے پہچانے جاتے تھے۔ جس لڑکو بھی سورتھڑ کا صوبیدار مقرر
 کیا جاتا تھا۔ وہ پورے سورتھڑ کا بھی صوبیدار سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے فقط
 سورتھڑ پر سے کاٹھیاواڑ کے لئے بھی رائج ہو گیا۔ کاٹھیاواڑ کے صوبیدار کو مغلیہ
 دور میں "سورتھڑ سرکار" کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور بعد میں مغلیہ دور حکومت
 کے بعد نوابوں کے دور میں بھی یہ نام جو ناٹھہ کے نوابوں کے لئے بھی مستعمل
 رہا تھا۔

ریاست جو ناٹھہ کی چار جہزائیائی علاقیں



جانبھ مسجد جو ناٹھہ



جانبھ مسجد کالی جونا گڑھ



مہاراجہ متھرا



مہاراجہ خان دروہہ جو ناگدھ



مہاراجہ شاہ داتا کا محل



مہاراجہ الدین کا محل

بانی خاندان کی حکومت

بانی خاندان کے آباؤ اجداد۔

یہ خاندان کے بانی و اجداد تھے جن سے خاندان کا وجود ہوا۔
 سید بزرگ بک نے ہندوستان کا گورنر بن کر اپنے دور میں
 دہلی میں ایک بڑی مسجد بنوائی جس کا نام "مسجد بزرگ" رکھا گیا۔
 اسے سید بزرگ بک نے اپنے خاندان کو وقف کیا۔
 خاندان کا بانی خیر خان تھا جو ایک سادہ لوح آدمی تھا۔
 یہ وہی ہے جسے "باجا" کہتے ہیں۔
 اس نے ایک بڑی مسجد بنوائی جس کا نام "مسجد خیر خان" رکھا گیا۔
 اسے خیر خان نے اپنے خاندان کو وقف کیا۔
 اس کے بعد اس کا بیٹا "خیر خان" بن گیا۔
 اس نے بھی ایک بڑی مسجد بنوائی جس کا نام "مسجد خیر خان" رکھا گیا۔
 اسے خیر خان نے اپنے خاندان کو وقف کیا۔

خیر خان نے اپنے بیٹے "خیر خان" کو خاندان کا سربراہ بنایا۔
 یہی خیر خان ہے جس کا نام "خیر خان" ہے۔
 اس نے خاندان کو ایک بڑی خدمت کی۔
 خیر خان کے بیٹے "خیر خان" بن گئے۔
 اس نے خاندان کو ایک بڑی خدمت کی۔



جنگلہ کی مسجد

یہ ایک خوبصورت مسجد ہے جس کا نام "مسجد جنگلہ" ہے۔

مغلیہ حکومت کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی باخیریں حاصل کی تھیں۔
 لکھنؤ خان کے بیٹے صلابت خان نے بھی فہرات اور کاشیاداد کے کئی علاقے
 پر مغلوں کے لئے کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی نشیب
 فرار سے درجہ ہوا تھا۔

صلابت خان کا بیٹا شیر خان بھی مغلوں کی طرف سے کئی مقامات پر
 فوجدار مقرر ہوا تھا۔ اسی دوران اس نے جونا گڑھ کے فوجدار کی حیثیت
 سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

۱۷۱۷ء میں اورنگزیب کی وفات کے بعد مغلیہ حکومت کمزور ہونے لگی تھی
 فہرات اور کاشیاداد میں بار بار سرانٹھاؤں کی شکرکشی ہوتی رہتی تھی جو دیکھتے ہی دیکھتے
 پراکٹ مار اور خونریزی کر کے واپس چلے جاتے تھے فہرات اور کاشیاداد کے
 متروک علاقے اپنے سابق صوبیداروں کے ماتحت خود مختار ہونے لگے تھے۔ کئی
 مقامات پر اگرچہ اب تک مغلیہ فوجدار انتظام سنبھالے ہوئے تھے لیکن وہ بہت
 کمزور اور بے اثر ہو چکے تھے۔

اہلی کے پیر سے۔

جونا گڑھ میں بھی منسل فوجداران برامتی اور لوٹ کھسوٹ اور رعایا کے
 جان و مال کی حفاظت میں ناکام رہے تھے آخر کار جونا گڑھ کے انتظامی امور
 میں پیش پیش دیساٹی برادری کے چند رہنما اور رعایا کے نمائندے بالاسینور
 پہنچے اور شیر خان کو دعوت دی کہ وہ جونا گڑھ اور حکومت کی ہاک ڈور سنبھال لیں۔
 شیر خان چند سال پہلے بھی جونا گڑھ میں مغلیہ فوجدار کی حیثیت سے خدمات انجام
 دے چکے تھے۔

۱۷۱۷ء میں شیر خان فرما دیا کہ سب سے جونا گڑھ پہنچا۔ اس وقت تمام
 علاقہ سرکار کی خدمات پر منظم تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شہر

کی بہتری معذی کے نزدیک اسل کے درخت کے نیچے ایک چبوترے پر ان کی
 چوڑائی کی۔ اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر تک جونا گڑھ کے تمام فہرات
 کی فہرستیں تا چوڑائی اسی اہلی کے پیر کے تھے چبوترے پر کی جاتی تھی۔ اور اس
 کے بعد ہی محل میں اس کی رسمیں تا چوڑائی ہوتی تھیں۔

شیر خان نے بہادر خان کا نام اختیار کر کے جونا گڑھ میں باہی خانان کی
 حکومت کی ابتدا کی۔ اس کی زندگی کے باقی دس سال اپنی حکومت کا مضبوطی و استحکام
 کرنے کی خاطر مسلسل جنگ و جدل میں گزرے۔ اسے گونڈل (GONDAL)

کے راجا ہاوی اور اپنے ناگر برہمن دیوان دلپت رام کا بہت تعاون حاصل ہوا
 دلپت رام کے بعد بھی ایک سو سال سے زائد عرصے تک ناگر برہمن ہی جونا گڑھ
 کے دیوان مقرر ہوتے رہے اس کے بعد بھی ۱۹۲۷ء تک ریاست کے اس بلند
 ترین عہدے پر ہندوؤں کو مقرر کیا جانا نہ ہوا۔ یہ سب ہندو اور خصوصاً ناگر برہمن
 باہی خانان کے بہت وفادار رہے تھے۔ ریاست کے خلاف کسی مہم میں انہوں
 نے کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔

رادھن پور۔ بالاسینور۔ بانٹوا۔

بہادر خان نے ۱۷۱۷ء میں جونا گڑھ کے علاقے میں باہی خانان کی حکومت
 کی بنیاد ڈالی۔ اس سے چند دہائیوں پہلے باہی خانان کی دیگر تین ریاستیں وجود
 میں آچکی تھیں۔ صلابت خان کے چچا اور بھائی شہنشاہ فہرات میں، رادھن پور
 بالاسینور میں اپنی حکومت قائم کر چکے تھے۔ ۱۷۱۷ء میں رادھن پور کا رقبہ
 ۵۰ مربع میل اور آبادی پچھتر ہزار کی تھی۔ بالاسینور کا رقبہ ۱۰۰ مربع میل اور
 آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

۱۷۱۷ء میں ۱۷۱۷ء میں رادھن پور میں بانٹوا چاند تھپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹی
 سی ریاست تھی۔ ۱۷۱۷ء میں بہادر خان کے دو بھائی رادھن پور، بانٹوا
 رادھن پور، بانٹوا دیسا کی جونا گڑھ، جونا گڑھ، جونا گڑھ، جونا گڑھ

اپنے خاندان اور سپاہیوں کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوئے۔ مانا اور اسی کے قریب واقع تھا۔ بعد میں دونوں بھائیوں نے بٹوارا کر لیا اور ہانٹوا اور آہر خان کے حصے میں آیا جبکہ دلا اور خان کے حصے میں مانا اور ہانٹوا کا درجہ حاصل تھا اس کا رتبہ ۱۱ مربع میل اور آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔ ہانٹوا مشترکہ حصہ دار کا تعلق تھا اور اس کے زیادہ تر انتظامی امور ریاست جونا گڑھ طے کرتے تھے مسئلہ میں اس کی آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

دیوان امرچی۔

بہادر خان کا انتقال ۱۷۵۷ء میں ہوا۔ اب اس کا بیٹا مہابت خان اول تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی دور میں اس کے شہر کے بھائیوں، جو کہ ہانٹوا کے تھے ان کے ساتھ اس کی خادہ جنگی ہوئی۔ گونا گڑھ کے راجا کبھاجی نے مہابت خان کو ان کی مشکلات سے نجات دلائی۔ مہابت خان نے اس کے محلے میں کبھاکو ایکٹا (UPLETA) کا تعلق سے دیا۔

۱۷۶۲ء میں مہابت خان کے انتقال کے بعد اس کا تیسرا بیٹا بہادر خان تخت نشین ہوا۔ مہابت خان اور اس کے بعد بہادر خان کی حکومت میں امرچی کو دیہاتی ایک نگر پر مبنی جونا گڑھ کا دیوان تھا۔ امرچی کو کاٹھیاواڑ کو تاریخ کا عظیم ترین دیوان مانا جاتا ہے اس نے ریاست جونا گڑھ کے رتبہ میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطان اور مغلیہ و دوسرے حکومت میں دوسری ریاستوں سے وصول کی جانے والی زور طلبی یعنی خراج بھی دیا و وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر صرف تینتالیس سال کی عمر میں ہی دیگر عظیم ریاستوں کی طرح آخر کار ریاست جونا گڑھ کا یہ سب سے وفادار اور عظیم ترین دیوان بھی قاتلوں کے خنجر کا شکار بن گیا۔

اس کے چند سال بعد اس کے دو بیٹے دیوان رنجھونا تھ جی اور دیوان رنجھوڑ جی بھی کئی سال تک دیوان کی حیثیت سے ریاست کی خدمات انجام دیتے

رہے تھے۔ ان میں دیوان رنجھوڑ جی بڑے عالم تھے۔ انہوں نے تاریخ، تہذیب و غیر کے موضوعات پر فارسی میں جو کہ اس وقت کی زبان تھی۔ ۴۰ کتابیں تصنیف کی تھیں۔

نواب حامد خان کی وفات کے بعد بہادر خان ثانی ۱۸۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ دیوان رنجھوڑ جی کی تصنیف "تاریخ سورتھ و ولایت کے مطابق ۱۸۱۲ء میں بہادر خان ثانی کی ایک شادی کچھ کے راجا "راجا داس جی" کی بہن قیصر بائی کے ساتھ بڑے دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ شادی کے پانچ سال بعد ۱۸۱۶ء میں قیصر بائی کا انتقال ہو گیا۔

انگریزوں کے ساتھ معاہدہ۔

حامد خان کے دور حکومت میں بڑا دودھ (BARODA) کا مہاراجا ٹیکواڑ ججرات کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بھی کچھ علاقوں پر قابض تھا۔ حامد خان کے دور حکومت سے ہی جونا گڑھ اور گامیکواڑ کے درمیان بھڑ میں شروع ہوئی تھیں ۱۸۰۶ء میں ایٹ انڈیا کمپنی کی فوج بہار اجمہ فتح سنگھ راؤ (PATEL SINGH RAO) کے ساتھ کاٹھیاواڑ میں داخل ہوئی۔ اس کے چند سال بعد ہی خصوصاً کرنل واکر (COLONIAL WALKER) کی کوششوں سے کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ (KATHIAWAR POLITICAL SETTLEMENT) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے کی وجہ سے جونا گڑھ کا کاٹھیاواڑ کی اہم ترین ریاست کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور اس کو دوسری ریاستوں سے اندر بھی وصول کرنے کا حق دیا گیا۔ ساتھ ہی ریاست جونا گڑھ کی طرف سے انگریزوں اور گامیکواڑ کو دی جانے والی سہ سالہ رقومات طے کی گئیں۔

۲ دیوان رنجھوڑ جی "تاریخ سورتھ و ولایت" صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶

۱۸۱۳ء کے اس معاہدے کے تحت ریاست جو ناگڑھ انگریزوں کو سالانہ
 آٹھائیس ہزار روپے (۲۸۳۹۵) روپے خراج دینی رہی اور بڑودہ
 کے گائیکوار کو بھی سینتیس ہزار دو سو روپے (۳۷۲۱۰) روپے کا سالانہ خراج دینی
 رہی اس کے عوض ریاست جو ناگڑھ کا ٹیپا واٹر کی ۱۳۸ ریاستوں اور تعلقوں تھوڑوں
 سے بطور زور و ظہبی بانٹے ہزار چار سو اکیس (۹۲۴۲۱) روپے سالانہ وصول کرنا
 رہا۔

انڈیا رقومات ۱۸۱۳ء میں طے کی گئی تھیں اس کے بعد بھی باوجود یہ کہ
 روپے کی قیمت میں بہت بڑی تبدیلی کے تقسیمینا ڈیڑھ صدی یعنی
 ۱۹۴۶ء تک ان رقومات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

ریاست جو ناگڑھ بال حکومت کے ابتدائی دور میں کافی وسیع تھی لیکن
 اس وقت کی متزلزل سیاسی صورت حال کے باعث اس کے رقبہ میں تبدیلیاں
 ہوتی رہی تھیں۔ انجی تبدیلیوں کے باعث ٹیپا کا علاقہ گونڈل کے ماتحت اور
 امرتلی اور کوٹنار کے علاقے گائیکوار کے ماتحت چلے گئے تھے۔ ۱۸۱۳ء
 کے بعد اس کے رقبہ میں کوئی تبدیلیاں رونما نہ ہوئیں۔ لیکن اس سے قبل جو
 والی تبدیلیاں کے باعث ریاست جو ناگڑھ کی جغرافیائی حالت کافی عجیب و غریب
 ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ تعلقے تحصیلیں اور گاؤں جو کہ ریاست جو ناگڑھ کی عملداری
 میں آتے تھے۔ ریاست کی علاقائی حدود و سبب بہت دور و گریہ چند ریاستوں
 سے چاروں اطراف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اس طرح دیگر ریاستوں کے گاؤں
 اور تحصیلیں ریاست جو ناگڑھ میں واقع تھے اور چاروں اطراف سے ریاست
 جو ناگڑھ سے گھیرے ہوئے تھے اس کے باوجود حکومت برطانیہ کی بالادستی کی

۲۲
 کانگڑاٹ انڈیا ڈائریکٹری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۲۲
 شہجو پرشاد دیبائی "جو ناگڑھ اور گرنار" صفحہ ۲۳۹

وجہ سے ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا خد نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر قسم کا دوبارہ
 بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا تھا۔

کا ٹیپا واٹر پر ٹیپیکل ٹیٹنٹ کے بعد چھوٹے کا ٹیپا واٹر میں تمام تر چھوٹی
 بڑی ریاستوں کے درمیان جنگ و جدل کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ بیچک بہت سے راجا
 اپنی ریاستوں میں بڑے علم و حکم کے ساتھ حکومت کرتے تھے مگر وسیع پیمانے پر
 پھیلی ہوئی برائسی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس دور میں کسی بھی ریاست کی سرحدیں تبدیل نہ
 ہوئیں۔ اس معاہدے کی وجہ سے امن امان کے ایک نئے دور کا ابتداء ہوا جو
 ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔

ترقی پسند نوابین۔

بہادر خان ثانی نے ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۶ء تک حکومت کی۔ اس کے
 بعد تخت نشین ہونے والے نواب مامد خان ثانی ۱۸۹۶ء میں صرف ۲۳ سال
 کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاوت خان ثانی صرف ۲۴ برس
 کی عمر میں تخت نشین ہوا۔

اس کے ۳۱ سالہ دور حکومت میں کابینہ کا موجودہ طریقہ عمل میں آیا۔ کچھ وزراء
 مقرر کئے گئے اور ہر ایک وزیر کے سپرد علیحدہ علیحدہ شعبے کئے گئے انہوں نے جو ناگڑھ
 شہر میں بہت سے ترقیاتی کام کرائے اور شہر کو چوڑی سڑکوں، باغ، باغیچے اور
 عمدہ عمارتوں سے آراستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ دوسری کئی اصلاحات بھی عمل میں
 لائی گئیں۔

نواب بہاوت خان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے "سز کا خطاب بھی
 عطا کیا گیا۔ جو ان کے بعد کے نوابین کو بھی عطا رہا۔

۱۸۸۵ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹا بیاد خان جی سوئم تخت نشین ہوئے۔ وہ بڑے علم دوست انسان تھے انہوں نے ریاست میں تمام طلباء کے لئے اسکول تک کی تعلیم مفت دینے کا انتظام کیا۔ ریاست جو ناگڑھ کی طرف سے ہندوستان کی مختلف تعلیم گاہوں کو بڑی رقومات کے عطیات دیئے گئے تاکہ ریاست کے باہر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے طلباء کو ان تعلیم گاہوں میں با آسانی داخلہ مل سکے ۱۸۸۷ء میں ریاست جو ناگڑھ میں ریلوے کی آمد ہوئی۔

ان کے بعد ۱۸۹۱ء میں تخت نشین ہونے والے نواب رسول خان جی بھی علم کے بڑے دلدل اور ترقی پسندوں کے علاوہ صوفیانہ خیالات کے حامل تھے وہ ہر مذہب و فکر کے عاملوں، پیروں، فقیروں، سادھوؤں، سنتوں کے ساتھ اپنا زیادہ تر وقت گزارتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں شراب اور عیسویت نزدیکی پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی۔ ان کے والد کے وقت میں شروع ہونے والے بہت سے منصوبے ان کے اپنے دور میں مکمل ہوئے۔

داتا کی یاد میں :-

بیاد خان سوئم کے دور حکومت میں جمیشیل شاہ داتا کی خدمت غلطی کی یاد میں داتا کے پہاڑ کے دامن میں "پرنس البرٹ لپروس ہسپتال (PRINCE ALBERT LEPROSY HOSPITAL) کی تعمیر ہوئی۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۸۹۵ء میں برطانیہ کے پرنس آف ولینڈ شہزادہ البرٹ وکٹر (PRINCE ALBERT VICTOR) جو بعد میں شہنشاہ آئرلینڈ بن گئے تھے ان کے ہاتھوں رکھا گیا تھا انہی کے دور حکومت میں ۱۸۹۷ء میں ریاست جو ناگڑھ کے دیوان بری رائے نے ایک لائبریری نکالی جس میں ایک لاکھ پندرہ ہزار کے انعامات دیئے گئے

بعد میں تین لاکھ کی آمدنی ہوئی تھی اس رقم سے گورکھ ناتھ کی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بارہ ہزار میٹر چھیاں تعمیر کرائی گئیں اس کے بعد حکومت کی طرف سے داتا کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بھی میٹر چھیاں بنانے کا کام شروع ہوا تھا اس کا افتتاح بمبئی کے گورنر میرسن نے ۱۸۹۷ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد تین اور چوٹی تک پہنچنے کے لئے بھی میٹر چھیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اس طرح گورکھ ناتھ کا سب سے زیادہ بلندی تک لے جانے والی میٹر چھیاں رکھنے والا پہاڑ بن گیا ہے۔

ریاست جو ناگڑھ میں ۱۸۹۷ء میں ریاست کی سب سے پہلی پبلک لائبریری قائم ہو چکی تھی۔ تیس سال بعد اس لائبریری کے لئے شہر کے ایک بڑے چوک پر ایک شاندار عمارت قائم کی گئی "بیاد خان جی لائبریری" کے نام سے مشہور اس لائبریری کا سنگ بنیاد ۱۸۹۷ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ سینڈ ہرسٹ (LORD SANDHURST) نے رکھا تھا اور اس کا افتتاح ۱۹۰۱ء میں

بمبئی کے گورنر لارڈ ناتھ ہارٹ (LORD NORTH HART) نے کیا تھا اس دو منزلہ عمارت میں ایک وسیع عمارت تعمیر کی جانا گیا ہے اس لائبریری میں اردو، فارسی، عربی، سنسکرت کے علاوہ دیگر کئی زبانوں کی بائیس ہزار تصانیف کا خزانہ موجود ہے جس میں سے اکثر کتابیں پیش ہوا اور نایاب قسم کی ہیں۔

بہاء الدین کا لچ :-

نواب رسول خان جی کے دور حکومت کی سب سے اہم ترین یادگار بہاء الدین لچ کا قیام ہے شیخ بہاء الدین تین نوابوں کے دور حکومت میں وزارت کے فرائض انجام دے چکے تھے انہوں نے خود کسی قسم کی باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی

لیکن پھر بھی وہ بڑے علم دوست انسان تھے وہ بہت سستی بھی تھے۔ ان کے بعد وزارت میں ریاست نے خصوصاً تعلیمی شعبے میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔ شیخ بہادر الدین نے ۱۸۹۶ء میں اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کئے۔ اس وقت ان کے دوستوں اور بہن بھائیوں نے ساٹھ ۱۶۰ ہزار روپے کی رقم اٹھا کر ان کے یادگار قلم کھانے کے لئے ان کے گھر کی۔ شیخ بہادر الدین نے اس میں اپنی طرف سے بیس ہزار روپے کا اضافہ کر کے پوری رقم حکومت کو سونپ دی۔

ریاست نے اس رقم میں اپنی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے ملا کر یہ رقم دو لاکھ تیس ہزار روپے تک پہنچا دی اور اس فنڈ میں سے بہادر الدین کا قلم کھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۸۹۶ء میں پورٹسبک ایجنٹ کرنل جے۔ ایم۔ ہنٹر (COL. J. M. HUNTER) کے ہاتھوں رکھا گیا اور اس کا افتتاح ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کورزون (LORD CURZON) کے ہاتھوں ۱۷ نومبر ۱۸۹۷ء کے روز ہوا۔

بہادر الدین کا لچ برصغیر کی اولین مسلم کالجوں شمار ہوتا ہے۔ یہ کالج خصوصاً مغربی ہندوستان کے سب سے پہلی مسلم کالج ہے۔ اس میں اندرونی ریاست اور بیرون ریاست کے مسلمان طلباء سے نہیں لینے کی سہولت ان کو اسکا لرشپ دی جاتی تھی۔ ساتھ ہی باغی اور دیگر سہولتیں بھی تھیں کی مالی تھیں کا قیام واز اور گزرت کے علاوہ دیگر ملاقاتی خصوصاً سندھ کے کئی طلباء اس کالج سے استفادہ کرتے تھے سندھ کے متعدد سیاستمدان اور دانشوروں نے بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

کالج میں مسلمانوں کے لئے اپنی سہولتیں دینا بھلے کے باوجود کالج کے قیام میں صرف دس سے زائد مسلمان طلباء تھے۔ طلباء کی بڑی اکثریت ہندوؤں

پر مشتمل تھی اس میں سے پچیس (۲۵) فیصد طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ شیخ بہادر الدین وہ خوش نصیب انسان تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اس یادگار کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیکھا۔ اس کے چند سال بعد سندھ میں تقریباً ۱۰۰ اتنی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ریاست میں مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ہر ممکن سہولتیں دیتا ہونے اور ان کی حوصلہ افزائی کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت تعلیم کی طرف توجہ نہ دیتی تھی۔ ہندوؤں کی اکثریت تعلیم کی طرف راغب تھی۔ اس کا کافی نتیجہ یہ نکلا کہ راجہ نعل کے چند نندہ کی غیبی اداروں کے سوا ریاست کے کسی اور تعلیمی ادارے میں ہندو طلبہ نہ ملے۔ اس کے علاوہ مولانا جوگ چندر سنگھ نے بھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔

نواب مہابت خان جی۔

ریاست جو، گڑھ کے نواب مہابت خان جی کی سیرائش اور گت نشا میں ہوئی۔ ان کے والد نواب رسول خان جی کا شمار اس انتقال ہونے کے بعد وہ صرف گیارہ سال کی عمر میں ریاست جو، گڑھ کے حکمران بن گئے تھے لیکن ان کی کم سن کی وجہ سے حکومت برطانیہ کی جانب سے ریاست کے امور سنبھالنے کے لئے ایک انگریز ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تھا۔ نواب مہابت خان جی سندھ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے لیکن یہیں جنگ عظیم کے باوجود ملنے کی وجہ سے وہ ایک سال بعد ہی وطن واپس آ گئے۔ اور ان کی ایک تعلیم گاہ بنی تعلیم حاصل کرنے گئے سندھ میں وہ جو، گڑھ واپس آ گئے سندھ میں ان کے

من شور یک پیچھے ہی ریاست کی ہاگ ڈور ان کے سپرد کر دی گئی۔

جمہوریت کان بی کے دور حکومت میں بیسویں صدی کی موجودہ ترقی کی ابتدا ہو چکی تھی اور ریاست جو ناگزیر بھی بہت سے شعبہ ملائے زندگی میں خاصی ترقی کرنے لگی تھی۔ تعلیم اور انتظامی شعبوں میں نواب رسول خان جی اہلایڈ منسٹر پٹر کے دور میں کی گئی اصلاحات کو اور ترقی دی گئی تھی۔

ترقی اور اصلاحات۔

ریاست میں اس کی اپنی نجی ملکیت کی دوسو تیس میل طویل ریلوے لائن تھی اس کے علاوہ بیرون ریاست ایک اور ریلوے لائن میں اس کا نمبر ۳۷ حصہ تھا ریاست کے بیشتر علاقوں میں پکی سڑکیں تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بند رو کا رہ آسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ ریاست میں ۱۹۶۱ء سے اس کی اپنی نجی اندرونی پوسٹل سروس شروع ہو چکی تھی جو انڈین پوسٹل یونین (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھی۔

گیر (GAR) کے جنگل میں پائی جانے والی بیش بہا نباتات اور پٹریکیٹوں کا ایک میوزیم (MUSEUM) اور تجربہ گاہ شہر کے ایک خوبصورت محل مرقی باغ میں قائم کی گئی تھیں۔ پوری ریاست میں خالص لکھی استعمال کیا جاتا تھا اور ڈالڈا اور بناسپتی لکھی کی درآمد پر پابندی عائد تھی گیر کے جنگل میں شکار کے لئے ہند کے دائرے سے لے کر پھوٹے بڑے بہت سے حکمران جو ناگزیر آتے رہتے تھے۔ نواب صاحب خود بھی شکار کے بہت شوقین تھے۔

ان وجوہات کی بنا پر جو ناگزیر کی رعایا بالی خاندان کی بہت وقادار تھی ہندوؤں کو ریاست میں شاید ہی کوئی تکلیف ہوگی۔ انتظامیہ پر بھی ہندوؤں

کا کنٹرول تھا۔ خصوصاً ریاست کے دیوان، سپہ سالار اور دوسرے اہل عہدوں پر نگرہ ہر من بڑی تعداد میں فائز ہوتے رہتے تھے اور اس وجہ سے وہ بالی خاندان کے بہت وفادار تھے۔

تجارتی خوشحالی۔

بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں کاٹھیاواڑ کے سین تجارت کے لئے پورے ہندوستان میں دور دور تک پہنچ چکے تھے۔ ان سین تاجروں اور سوداگروں کی بڑی تعداد کاٹھیاواڑ کے چھ سات شہروں میں رہائش پزیر تھی ان میں ریاست جو ناگزیر کے شہر بانٹوا (BANTVA) اور کتیانہ (KUTTYANA) پیش پیش تھے اور ان کے ساتھ ہی دھوراجی (DHORAJI) اور جیت پور (JETPUR) سینوں کی دولت مند اور سخاوت کے اہم ترین مراکز تھے۔ خصوصاً بانٹوا کی دولت کے بارے میں بہت سے مبالغہ آمیز قصے مشہور کئے گئے تھے اور وہ قصے ۱۹۴۶ء میں بانٹوا کی بربادی کے بعد بھی کاٹھیاواڑ کے لوگوں کے ذہن سے مٹ نہ سکے تھے۔ بانٹوا کی تباہی کے تقریباً پچیس سال بعد بانٹوا کے ایک ہندو وکیل نے اپنی قرب کردہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ

”بانٹوا میں تین ارب پن اور ۲۰ کروڑ بنتے تھے جیکہ کھتی تو لگی لگی سی تھیں۔“

اس بات میں بہر حال اتنی صداقت ہے کہ بانٹوا میں چھ سات کروڑ ترقی

اور تقریباً پچیس لکھیتی تھے۔

اس قسم کی ایک دو مبالغہ آمیز باتوں کو الگ رکھتے ہوئے مشرق کے بعد
ہانڈا کے مہینوں کی تجارتی شان و شوکت کی عطا کی ہوئی سب ذیل باتیں زیادہ
ترمیم ہیں۔

۱۔ ہانڈا کے مہین اس وقت کا ٹھیا واڑ کے علاقہ اس کی اہم تجارتی منڈیوں
کرناٹک، ستارا، ساٹلی، میرٹھ، ہوبلی، دھارواڑ، کلکتہ، بلیکام، بلہائی
مدارس کے علاوہ آندھرا، بنگال، سندھ، پنجاب، اڑیسہ، جنوبی ہند وغیرہ کی
تجارتی منڈیوں میں اپنی شانیں قائم کر چکے تھے۔ وہ سیلون، ملایا، انڈونیشیا
وغیرہ جیسے مسند پار ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنا تجارتی دائرہ کار وسیع
کرنے کے لئے جاتے تھے۔ کتنے ہی تجارتی اداروں کی ایک سو سے زیادہ شاخیں
ایک وقت مختلف مقامات پر تھیں۔ اس وقت صوبہ مدراس کی نصف تجارت
آدم حاجی پیر محمد (موجودہ آدم لائیڈ) سین تمام دوا اور موجودہ دوا لائیڈ ہاؤس
حاجی حبیب پیر محمد (موجودہ آرگن لائیڈ) ان تین تجارتی اداروں کے ہاتھ میں تھی۔
ہندوستان کی بڑی بری صنعتوں کی اہم ایجنسیاں ہانڈا کے تاجروں کے ہاتھ میں
تھیں۔ ہندوستان ویکٹیل، ریٹرن انڈیا مینس کمپنی، تاتا ایل، برما ایل
اسٹیل ورکس و کیویم، کاشیکس کے علاوہ چند غیر ملکی سنگریٹوں کی ایجنسیاں
بھی انہی کے پاس تھیں۔ ہندوستان کی بیرونی تجارت میں ہانڈا کے تاجراہم
مقام رکھتے تھے۔ برما جو اس وقت ہندوستان سے ملحق تھا۔ وہاں سے برآمد
کئے جانے والے لاکھوں ٹن پاؤں کی برآمد کا اکثر حصہ ہانڈا کے ایک تاجر کی
معرفت پر آمرا ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے درمیان حکومت برطانیہ
کا طرف سے ہندوستان کے بڑے بڑے درآمد کنندگان کی ایک فہرست تیار

۲۵ مسلم لیٹن ۹ جون ۱۹۴۷ء

کی گئی اس میں ہندوستان کے چھ سب سے بڑے درآمد کنندگان کے نام شامل
تھے جن میں سے تین ہانڈا کے تاجر تھے۔

کتیانہ کی خوشحالی۔

کتیانہ بھی ریاست جو ناگڑھ میں مہینوں کی خوشحالی کا ایک شہر تھا۔
اس کی آبادی تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں سے پچیس ہزار مسلمان تھے
اور ان میں بھی مہینوں کی اکثریت تھی جو بیسویں صدی کی ابتداء سے تجارت کے لئے
ہندوستان کے مختلف حصوں اور برما، سیلون اور افریقہ تک پہنچ گئے تھے
ان کی تجارتی کاروبار کے سب کتیانہ جو کچھ عرصہ پہلے آٹھ دس ہزار نفوس پر مشتمل
ایک چھوٹا قصبہ تھا وہ اب تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل کافی وسیع اور خوشحال شہر بن
گیا تھا۔ مہین روہا کی فیاضانہ سخاوتوں اور مہین روہا کے خدمت مہین کے
مذہب کے جوش و خروش نے قصبہ کے کتیانہ کی شہری زندگی کو ایک بار دوپ دے
دیا تھا۔ مہینوں نے وہاں پر ایک اعلیٰ اسکول، تعلیم گاہیں، طب، مسافر خانوں
جماعت خانوں، کتب خانوں، باغ، واٹر ورکس وغیرہ جیسے فلاحی اداروں کو تعمیر
کئے کتیانہ کو کاٹھیاواڑ کے چند ترقی یافتہ شہروں کی صف میں لاکھڑا کر دیا تھا
ہانڈا اور کتیانہ کے علاوہ دھوراجی، جیت پور، پور بندر، اپٹا، ورتھلی
وغیرہ کے شہروں میں بھی بڑے بڑے مہین تاجر رہتے تھے اور وسیع و عریض
تجارتی کنٹرول اور خوشحالی کے علاوہ فیاضانہ سخاوتوں کے لئے بھی مشہور ہو
چکے تھے۔

ریاست کی تجارتی خوشحالی میں مہینوں کے علاوہ مندر، بٹلے اور لولہ

۲۵ ہانڈا ڈائریکٹری صفحہ ۲۶، ۲۷، ۲۸

۲۶ کتیانہ مہین ایسوسی ایشن کا دس سالہ بجلد صفحہ ۲۷، ۲۸

تاجروں کا بھی کچھ حصہ رہا تھا۔

ان تمام تجارتی برادریوں کی طرف سے بڑی تعداد میں تعلیم کا یہی مطلب
 نہج غامہ مذہبی مقامات اور دیگر مذاہب اور اسی کام کرتے تھے اور ہر فرد بلا تخصیص
 قوم و مذہب ان سے مستفید ہوتا ہے۔

صنعت کاری کی ابتدا :-

اس وقت تک چند مسلمانوں ہندوستان کے مختلف حصوں میں کچھ صنعتیں
 قائم کر چکے تھے۔ ان میں کاٹھیاواڑ کے سین پٹی پٹی تھے ۱۹۳۵ء میں انہوں نے
 ایک ایسی صنعت کی ابتدا کی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سب سے مشترکہ صنعتی
 منصوبہ تھا اس مشترکہ منصوبے کو کاٹھیاواڑ انڈسٹریز (KATHIWAR
 INDUSTRIES) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کے بانی برما کی صنعت میں اہم
 کردار ادا کرنے والے سیٹھ لطیف ابراہیم بادرانی تھے۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے اس
 مشترکہ منصوبے کے لئے بہت بھگ دو کی اور اس کے لئے تمام بڑے زمین تاجروں
 سے رابطہ قائم کیا۔

جناب لطیف ابراہیم بادرانی کی کوششوں سے ۱۹۴۹ء کی ابتدا میں کاٹھیاواڑ
 انڈسٹریز ایک کروڑ روپے کے منظور شدہ سرمائے سے قائم کی گئی اس کے چیرمین
 ان کے بڑے بھائی اور معروف صنعت کار جناب احمد ابراہیم بادرانی تھے اس کے
 زیادہ تر ڈائریکٹر بھی زمین تاجروں ہی تھے نواب بہایت خان جی بھی اس صنعت منصوبہ کے
 سرپرست تھے۔

انڈسٹریز کے لئے بطور بیجک ایجنٹ کام کرنے کے لئے ولی عہد دلا اور
 خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ" کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔
 ۱۹۵۰ء میں خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ" کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔
 ۱۹۵۰ء میں خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ" کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔

اس منصوبے کے لئے ریاست جو ناگزیر کے چور داڑ علاقے میں تین دہائیوں
 میل کا پلاٹ حاصل کیا گیا اور وہاں پر چوڑی درکس دھنی کے برتن بنائے اور
 سالٹ ورکس کی مشینری نصب کر کے پیداوار کی ابتدا کر دی گئی۔
 بعد میں وہاں ڈیجیٹل کا ایک بڑا پلانٹ نصب کرنے کی تیاری ہو رہی تھی
 کہ اس وقت برصغیر کا جوارا ہو گیا۔ اور ریاست جو ناگزیر و سرحد ہندوستان میں
 شامل کر دی گئی۔ اور کاٹھیاواڑ انڈسٹریز کی تمام مشینری و دیگر حکومت نے ضبط
 کر لی۔

ذاتی کردار :-

نواب بہایت خان کی کوشش کا بہت شوق تھا وہ گیر کے جنگل کے درختوں
 اور نباتات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ تیر کے جنگل کے درختوں کی حفاظت کے
 لئے انہوں نے بہت سخت قوانین نافذ کئے تھے انہیں انڈین میونسپلٹی میں کافی
 دلچسپی تھی۔ ریاست جو ناگزیر کے سرکاری فارم کے جانور سنی کی فائش میں
 بہت دلچسپی انعامات حاصل کر چکے تھے۔ نواب صاحب کو اسی نسل کے کتے اور
 گھوڑے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ وہ قرامہ کے بھی بڑے شوقین اور فیاض قندار
 تھے۔ نواب صاحب سگریٹ نوشی نہیں کرتے تھے اور سگریٹ نوشی کرنے والوں کو
 اپنے نزدیک بھی نہ آنے دیتے تھے۔

عدالتی نظام :-

ریاست میں اصلی قسم کا عدالتی نظام رائج تھا۔ اس میں مختلف اوقات میں

۵ ستمبر ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء

۱۲ ستمبر ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء

سرفروزشاہ جتہ، سرچمن لال، سیتل راڈ وغیرہ جیسے بہت سے غیر مسلم اور
نامور قانون دان بطور جسٹس ریاست جو ناگڑہ میں خدمات انجام دے چکے تھے۔

نظام حکومت

نواب بہاؤ خان کی ایک خود مختار حاکم ہونے کے باوجود ایک آئینی سربراہ کی
جینیت سے کام کرتے تھے۔ ریاست میں بہت عرصے سے وزارتی طرز حکومت
رائج تھا۔ اس وزارت کو "اسٹیٹ کونسل" (STATE COUNCIL) اور اس کے
ارکان کو "ممبر" (MEMBER) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اور اس کا سربراہ
دلیان بھی وزیراعلیٰ ہوتا تھا۔ بر وزیر کے پاس کچھ مقربہ دفاتر ہوتے تھے ان کے
انتخابات میں نواب کسی بھی طرح کی دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ ان کی تقرری
بغیر کسی مذہبی و قومی تعصب کے صرف قابلیت کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں
اسٹیٹ کونسل کے سب سے سینئر ممبر شیودت رائے مانکڈ (SHIVDUT
RAO MANKAD) تھے اسٹیٹ کونسل کے علاوہ ایک ایڈوائزری
کونسل مجلس شوریٰ بھی ہوتی تھی جس میں بغیر کسی تعصب کے سماجی رہنما
ہجڑوں، دانفوردوں، جوائیگروں اور زمینداروں کے نمائندے مقرر کئے
جاتے تھے۔ اس ایڈوائزری کونسل کی میٹنگ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا اور کسی اہم
موضوع پر رائے عامہ جاننے کے لئے ہی اس کی میٹنگ بلائی جاتی تھی۔

جوناگڑہ شہر میں کافی سالوں سے میونسپل کمیٹی قائم ہو چکی تھی اس کے
میسروں کا بھی تقرر کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں اس کے آخری چیمبرین اردو کے
مشہور ادیب قاضی احمد میاں اختر تھے۔ دیگر مقامات پر مقامی مسائل حل
کرنے کے لئے چچا اٹھیں مقربہ کی جاتی تھیں ان کے علاوہ برہادری میں اس کے ایک

رہنما کو سرکاری پشلی کا عہدہ دیا جاتا تھا اس کے ذرائع میں برادری کے بھگتہ
آپس میں لگا دینا اور اگر وہ بھگتہ عدالت تک پہنچیں تو اس میں عدالت کی
غیر جانبدارانہ رہنمائی کرنا بھی شامل تھا۔

ریاست میں کوئی سیاسی جماعت نہ تھی ۱۹۳۷ء میں کانگریس کے اگسٹ سے
جوناگڑہ پر ہانڈل قائم کیا گیا تھا۔ لیکن اسے اولہ طور سے اس عرصے میں غیر فعال
ہو گیا۔ مسلمانوں کا ایک ادارہ "جمعیت مسلمانان جوناگڑہ" تھا۔ اس کی ایک اہم بنیاد
ریاست کی ملازمتوں میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد کے بارے میں تھی۔ اس جمعیت
کے بانی ریاست کے مشہور ماہر تعلیم جناب اسماعیل ابراہانی (ABRAHANI)
تھے۔ جو بعد میں ریاست کے وزیر تعلیم بھی رہے تھے۔ جمعیت چند خصوصی موقوفوں
پر تقاریب منعقد کیا کرتی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں اس کے صدر قاضی احمد میاں اختر
تھے اور اعزازی سیکریٹری جناب احمد یوسف خانانی اختر تھے۔ دونوں عہدیداران
کے ہم نام اور ہم تخلص ہونے کی وجہ سے اعزازی سیکریٹری نے اپنی
پہچان کے لئے اپنے تخلص کے ساتھ ڈگری شامل کر دی اور اختر علی۔ علی۔ علی۔ علی
کے نام سے پہچانے جانے لگے

مذہبی مقامات کو امداد

۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۷ء تک ریاست جوناگڑہ کے اعلیٰ ترین عہدے پر
شہسوار پرشاد، دیسائی فائزر رہے تھے۔ ان بیاسی سالہ بزرگ نے چند سال
پہلے ایک اخباری ملاقات میں نواب بہاؤ خان کے دور حکومت کی کچھ باتیں
تازہ کی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ نواب صاحب کے دور میں بہت زیادہ عوام مندوب تھے
وہ ہندو مذہب کے بارے میں بڑی حد تک رکھتے تھے۔ گرنہ اس کے سادھوؤں
کے لئے اناج کی بوریاں اور اسٹیلے خوردنی پہنچائی جاتی تھیں۔ ہندو مذہب

مقامات اور ان کے جہتوں (مستویوں) کے لئے پائیس (۳۰) لاکھوں کی آمدنی وقف
کر دی گئی تھی۔

اسی طرح مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی مستقل آمدنی کے لئے کثیر تعداد میں
لاکھوں وقف کر دیئے گئے تھے۔

۱۹۳۷ء کے بعد کاٹھیاواڑ میں غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ہو گیا اور
کھیتی باڑی کرنے والے کاشتکاروں کو زمینوں کا مالک بنا دیا گیا۔ اس وجہ سے ان
مذہبی مقامات کی یہ زمیندارانہ آمدنی ختم ہو گئی پھر حقیقت خدوں کی طرف سے
نذرانے اور عطیات کی وجہ سے ان کی روٹنی پہلے کی طرح ہی قائم ہے۔
جونانگرہ شہر میں دوپہر کے بارہ (۱۲) بجے ایک توپ داغی جاتی تھی۔
اس کے ساتھ ہی سرکاری منگہ خانے کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے۔ اور
عزرا اور فقراء کو کھانا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح سادھوؤں اور مندر عزبان کے لئے
ایک عیدہ مسابرت قائم کیا گیا تھا جہاں سے انہیں کپے اٹات اور دیگر شیلے
خوردنی تقسیم کی جاتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ سنگم خانہ اور مسابرت بند کر
دیئے گئے تھے۔

اس طرح بانی خاندان کے دور حکومت میں اور خصوصاً نواب مہابت خانگی
کے تقریباً سترہ (۱۷) سال دور حکومت میں ریاست کے لوگ سکھ، اہلینان
اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لوگوں کا معیار زندگی بھی بلند
ہوتا جا رہا تھا۔ امداد و تعلیم اور تہذیب و تمدن میں جو ناگزیر کام مقرر ہوئے
پورا ہو چکا تھا۔

انتظامیہ بھی اعلیٰ معیار کی اور غیر جانبدار تھی۔ ان سب حقیقتوں کا ایک نمایاں
ثبوت ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو مصنفین کی ریاست جو ناگزیر کے بارے میں لکھی
ملا دیہائی، جو ناگزیر کے نواب کی بی بی پرانی باتیں پتہ لکھا ۹ فروری ۱۹۷۱ء

عمر کنالوں میں ملتا ہے۔ جس میں نوابی حکومت کے خلاف کوئی بھی شکایت یا
ازام نہیں ملتا بلکہ مختلف شعبوں میں کی جانے والی ترقی کے بارے میں اظہار
تقریر کیا گیا ہے۔

دیس ریاستیں

مقام اور اہمیت۔

تقسیم ہند کے وقت ملک میں کل پانچ سو بہتر (۵۷۲) چھوٹی بڑی دیسی ریاستیں تھیں جو برصغیر کے ایک تہائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھیں اور ملک کی ایک چوتھائی آبادی اس میں آباد تھی ان میں کشمیر، حیدرآباد، میسور، جیسسی، مالیش برطانوی ہند کے کسی بھی صوبے کے برابر آبادی اور رقبہ رکھتی تھیں۔ ۵۷۲ دیستوں میں سے تقریباً تین چوتھائی ریاستیں بہت چھوٹی تھیں اور ان کے حکمران محدود قسم کے اندرونی اختیارات رکھتے تھے۔ باقی ماندہ ایک سو پالیس (۱۳۰) ریاستیں کافی بڑی تھیں اور ان کے حکمران تاج برطانیہ کے ساتھ مختلف معاہدوں سے منسلک تھے ان معاہدوں کی رو سے دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کی ذمہ داریاں حکومت برطانیہ کے ذمہ تھیں۔ باقی تمام معاملات میں یہ حکمران مکمل طور پر خود مختار ہوتے تھے ان بڑی ریاستوں میں برطانوی ریزیڈنٹ بھتے تھے۔ چھوٹی ریاستوں کو مختلف گروہوں میں اکٹھا کر کے ان کی ایجنسی بنادی جاتی تھی۔ اور ان پر پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا جاتا تھا ریلوے ڈاک، ٹیلی گراف اور کرنسی وغیرہ کے امور ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے مابین تعلقات کو اور بھی گہرا اور مستحکم کرتے تھے۔ چند قابل تعریف حکمرانوں

کے سوا تمام حکمرانوں کی بہت بڑی اثریت عیش و نشاط کی دلدادہ شہوت پسند اور ظالم تھے۔ وہ مختلف ذریعوں سے رعایا کا استحصال اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان حکمرانوں سے رعایا کو کوئی اُنسیت نہ تھی۔ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں حکومت برطانیہ کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔ صرف وسیع پیمانے پر ہونے والی ہراسنی اور لاقانونیت کی صورت وہ دخل اندازی کرتی تھی اس کے علاوہ کسی مملکت کے کم ہستی میں تخت نشین ہونے کی صورت میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ظلم نافذ نہ ہوتا مقرر کیا جاتا تھا۔ اور حکمران کے بن بلاغت تک پہنچنے پر تمام اختیارات حکمران کے سپرد کر دیئے جاتے تھے

چند حکمران نہایت ہی ترقی پسند تھے یہ حکمران رعایا کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکی رعایا کو کچھ ایسی سہولتیں بھی میسر تھیں جو برطانوی ہند کے رہنے والوں کو بھی حاصل نہ تھیں۔ تعلیم و تہذیب کے شعبوں میں چند ریاستیں نمایاں شہرت رکھتی تھیں۔

حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات

انیسویں صدی کی ابتداء تک ہندوستان کا بہت بڑا علاقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت آچکا تھا۔ مغلیہ سلطنت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور پورے ملک میں انانیت دیسی ریاستیں خود مختار ہو چکی تھیں اور آزادانہ حکمرانی کرنے لگی تھیں اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی، دیسی ریاستوں کے ساتھ جو معاہدات کرتی تھی وہ مساوات کے اصول پر مبنی تھے

۱۸۱۳ء کے ان حالات میں بہت تغیر آگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی انڈیا کے سب سے بڑی طاقت بن گئی تھی۔ اس وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ

معاہدات اس پر بھی معاہدات کے اصول پر ہونے کے باوجود ان میں کچھ کی برتری کے ساتھ خود کو برتر سمجھتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کے دوستوں کی اہمیت کے بغیر جنگ یا صلح نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کو امن و امان کی حفاظت کے لئے ان کے ماتحت ملا جان مسلح پر افواج رکھنی پڑتی تھی۔ ان افواج کے اہل اہل کے لئے دی گئیں کچھ کو سالانہ نقد رقم یا مستقل طور پر کوئی علاقہ دیا جاتا تھا۔ کچھ نے ان کو شہر انطا کے ساتھ ۱۳۳۰ء میں کاشیادار کی ایک سرجنٹ لیس (۱۳۳۰ء) میں راستوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جو کاشیادار پولیس کی سیکنٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے معاہدے راجستھان کی ۱۳۰۰ء اور مدھیہ پردیش کی ایک سو پینتالیس (۱۳۵۰ء) میں راستوں کے ساتھ بھی کئے گئے۔

۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر دی گئی اور حکومت برطانیہ نے براہ راست ہندوستان کی ہنگ ڈور سنبھال لی۔ انہوں نے ماضی میں دی گئے معاہدات کو جوں کاٹوں عمل میں جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

۱۸۵۷ء کے گورنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۸۵۷ء میں برطانوی ہند کے چند محکموں میں ایکشن منسٹر کر کے عوامی محکموں کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس ایکٹ میں دی گئی راستوں کی ایک فیڈریشن قائم کرنے کی بھی تجویز تھی۔ قومی کچھ وجوہات کا بناء پر اس پر غور کیا۔ ہندوستان میں ان عوامی محکموں کو بھی توڑ دیا گیا تھا۔

۱۸۳۰ء کے عشرے میں کاشیادار نے بیت میں راستوں میں ہندوؤں پر مشتمل پر جانڈلوں اور راستوں پر رشروں کی تشکیل کی تھی اور ان کے ذریعے ان کو الگ ٹائڈ کی کے لئے تحریکیں چلائی تھیں۔ ان کے راستوں کی انتظامیہ سر جہانڈ کی پر تری رہے۔ ان سب تحریکوں کے مددگاروں سروراء ولسہ بھائی پٹیل تھے۔ ۱۸۳۵ء میں بیک وقت ایک مد جن کے قریب راستوں میں ایسی تحریکیں نمودار سے چلائی گئیں تمام کی تمام کام رہیں۔ اس دوران داجکوت کی تحریک سے نیا پال رہی۔ داجکوت کاشیادار کے وسط میں ایک چھوٹی سی ریاست تھی جہاں برطانوی پولیس ایکٹ کا صدر دفتر واقع تھا۔ اس تحریک میں خود گادھی جی اور سروراء ولسہ بھائی پٹیل کے حصہ لیا تھا۔ اور اس دوران گادھی جی نے اپنا "سارنگی" سروراء بت بھی کیا تھا۔ اس وقت کچھ کاشیادار مسلم لیگ کے چند غیر مسلم میمبر جہانڈوں کے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں کو اپنی شکست تسلیم کر کے ڈاکٹر پھوڑا پڑا۔ اس دوران غیر منقسم ہندوستان کے نقشے میں دی گئی راستوں کو زبردستی سے واضح کیا جاتا تھا۔ سروراء پٹیل نے اس وقت ہندوستان کے نقشے میں سے زبردستی کو ختم کرنا اپنا زندگی کا اہم ترین نصب العین بنالیا تھا۔

اعلان آزادی کے بعد

حکومت برطانیہ نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو آزادی دینے کے ارادے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بہت عرصہ پہلے ہی سے دہلی ریاستوں کے مکران اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ وہ گزشتہ صدی میں حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کا حوالہ دیکھ کر رہے تھے کہ حکومت برطانیہ

ہندوستان چھوڑتے وقت دیسی ریاستوں سے اپنی بالادستی ختم کر کے ان کو بھی آزاد قرار دیتی چلے اور ان کو کسی بھی مقامی طاقت کے حوالے نہ کیا جائے۔ ان ریاستوں میں دیسی ریاستیں اپنی چند مشترکہ علاقائی سیاستیں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں کاٹھیاواڑ میں بھی ایسی ہی مشترکہ ریاست قائم کرنے کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور ریاست جو ناٹھوٹوں نے بھی اس میں شامل ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا ان دونوں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے مطالبہ کو واقعی تسلیم کرے گی۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن

(LORD MOUNT BATTEN) اور ان کے پیٹرو لارڈ ویول

(LORD NAVELL) ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ حکومت برطانیہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کی آزادی کو کسی اور طاقت کے سپرد نہیں کیا جائیگا کینیٹ مشن کے ۱۹۴۶ء کے اعلان میں بھی اسی قسم کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ اس وقت تک بھی یہ بات غیر یقینی تھی کہ مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے مطالبہ پاکستان کے تسلیم ہونے کے ساتھ ہی دیسی ریاستوں سے متعلق حالات میں بھی بہت بڑی تبدیلیاں آ گئیں۔

۱۰۔ سروری ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے برصغیر کو جون ۱۹۴۸ء میں آزادی دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان میں کہا گیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ریاستوں سے برطانوی بالادستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسے برطانوی ہند کی وارث کسی بھی طاقت کو منتقل نہیں کی جائے گی۔ برطانوی بالادستی کے خاتمہ کے بعد ہر ریاست کی طور پر خود مختار ہو جائے گی۔ اس اعلان میں برطانوی ہند کی ایک آئین ساز اسمبلی قائم کرنے کی جگہ چھٹائی گئی تھی اور ہر اس کا فیصلہ ریاستوں پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اس آئین پر نین کی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہوں یا نہیں

اس آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا مطلب بھارت میں شامل ہونا تھا مذکورہ اعلان کے چند ہفتوں بعد چندت جو ہر اصل ہندو خٹہ گوالیار میں آل انڈیا اسٹیشن کا انفرسٹرکچر میں تقریر کرتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ آئین ساز اسمبلی میں شامل نہ ہونے والی ریاست کو ملک کا دشمن قرار دیا جائے گا اور اسے اس پیلے کے تانچے بھگتنے پڑیں گے۔

یہ دھمکی کافی موثر ثابت ہوئی اور بڑی تعداد میں ریاستیں آئین ساز اسمبلی میں شامل ہو گئیں۔ لیکن کسی بھی ریاست نے الحاق کا اعلان نہ کیا۔

اس کے بعد ۲ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے برطانوی ہند کے ماتحت علاقوں کی دو حصوں میں تقیم سے دو خود مختار حکومتیں پاکستان اور بھارت وجود میں آنے والی تھیں۔ اس اعلان کے آخر میں دیسی ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا تھا۔

”ریاستوں کے ماتحتی میں حکومت برطانیہ کے سپرد کئے گئے تمام اختیارات ریاستوں کو واپس مل جائیں گے۔“

ریاستوں، حکومت برطانیہ اور تاج برطانیہ کے درمیان ہونے والے تمام معاہدات ختم ہو جائیں گے اس سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لئے ریاستیں ہندوستان میں برطانوی ہند کی وارث دو ہیں سے کسی بھی حکومت اور حکومتوں کے ساتھ فیڈرل اصولوں پر تعلقات قائم کر سکیں گی اور اس میں ناکامی کی صورت صورت میں وہ ان دونوں میں سے ایک یا دونوں خود مختار حکومتوں کے ساتھ خصوصی قسم کا سیاسی بندوبست کر سکیں گی۔ پی۔ بی۔ مینن اسٹوری آف انڈیا اسٹیشن ۱۹۴۷ء

کے گئے۔

اس تہار کی اعلان کے دوسرے روز لاہور ڈائونٹ بیٹن نے ایک اخباری کانفرنس میں ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل مزید وضاحت کی۔
 "ہندوستانی ریاستیں حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت آزاد ریاستیں تھیں۔ معاہدے کے غائے کے بعد وہ پھر سے اپنی آزاد حیثیت حاصل کر لیں گی۔ اور پاکستان یا بھارت کسی بھی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے لئے یا کوئی اور بندوبست کرنے کے لئے آزاد رہیں گی۔"

بھارت کی پالیسی میں تبدیلی۔

لیکن اس کے فوراً بعد ہی بھارتی حکام نے ان اعلانات سے ایسے معنی اخذ کرنے شروع کر دیے کہ کوئی بھی ایسی ریاست آزاد نہیں رہ سکتی اور انہیں دونوں خود مختار حکومتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے بھارت نے اپنے ساتھ الحاق کی خواہش رکھنے والی ایسی ریاستوں کو یقین دہانی کرائی تھی کہ الحاق صرف تین شعبوں یعنی امور خارجہ، مواصلات اور کسٹم تک ہی محدود رہے گا اور ممبرانوں کے اپنے اختیارات میں کسی قسم کی کوئی کٹوتی نہیں کی جائے گی۔

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لاہور ڈائونٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے اور ممبرانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے دہلی میں ممبرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرنے کے سلسلے میں

ڈاکٹر محمد علی امین امین آف پاکستان صفحہ ۲۲۸ انجی ٹریڈن صفحہ ۹۹
 ۲۲۸ صفحہ ۲۲۸ امین امین ۲۲۵

مکمل آزادی رکھتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں وہ جغرافیائی حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

پاکستانی علاقے سے منسلک ریاستیں۔

آزادی کے وقت پاکستانی علاقے سے سترہ ریاستیں منسلک تھیں جس میں جوں و کشمیر جیسی رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑی ریاست بھی شامل تھی۔ تاہم اعظم ایک اصول پسند آدمی تھے اور وہ اس خیال کے حامی تھے کہ کسی بھی ریاست کو مرضی کے خلاف الحاق کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اس وجہ سے پاکستانی علاقے سے منسلک کسی بھی ریاست پر پاکستان کی طرف سے الحاق کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ نتیجتاً ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد منسلک پاکستان کی علاقائی حدود سے منسلک کسی بھی ریاست نے پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق نہیں کیا تھا۔

جوڈھپور، جیسلمیر، کپور تھلہ

پاکستان کی سندھ سرحد پر جوڈھپور اور جیسلمیر نامی دو راجپوت ریاستیں تھیں آزادی کے قبل جوڈھپور ریوے اپنی سرحد سے کافی دور واقع حیدر آباد سرحد تک آتی تھی۔ سندھ کے ساتھ ان ریاستوں کے قریبی تعلقات تھے۔ جوڈھپور کے مہاراجہ سر ہنوت سنگھ (SIR HANWANT SINGH) اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں دہلی جاکر قائد اعظم سے گفت و شنید کر آئے تھے۔ اس ملاقات کے وقت جیسلمیر کے مہاراجہ کمار ولی عہد

۲۲۴ صفحہ ۲۲۴

۲۲۸ صفحہ ۲۲۸

بھی موجود تھے جو دھپور کے جہاز اجرنے کا اہم سے الحاق کی شرائط کے بارے میں وضاحت چاہی۔ قائد اعظم نے فوراً ایک سادہ کاغذ لکھا کہ اس پر اپنے دستخط کر دیئے اور جہاز اجرنے کا کہہ کر آپ کو جو بھی شرائط مناسب لگیں وہ سب اس میں لکھ سکے ہیں۔ جہاز اجرنے پر یقین دہانی کرائی کہ وہ اپنی ریاست جو دھپور سے واپس آنے کے بعد اپنے آخری فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔

جہاز اجرنے کے ارادہ کی خبر ملتے ہی بھارت کے ریاستی امور کی وزارت کے سیکریٹری مرٹروی۔ پی۔ مینن (V. P. MENON) فوراً جہاز اجرنے کے پاس گئے اور انہیں لکھ کر لارڈ مائزنگ بیٹن کے پاس پہنچ گئے۔ مائزنگ بیٹن نے جہاز اجرنے سے کہا کہ آپ کی ریاست پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے پر قانونی نکتہ نظر سے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اس کے مستلزم نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست جو دھپور میں آبادی کی اکثریت ہندو ہے اور ریاست بھی دیگر ریاستوں کے بیچ میں گھری ہوئی ہے جن کی رعایا ہندو ہے۔ اور آپ کے اس فیصلے سے ریاست میں قومی فسادات بھی بھڑک اٹھیں گے۔

جہاز اجرنے کی صورت سنگھ پر اس دباؤ کا گہرا اثر ہوا انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جمیلیر کی ریاست نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

مغربی پنجاب کی سرحد کے ساتھ خشک ریاست کپورتھلہ کی آبادی میں پینسٹ فیصد (۶۵) مسلمان تھے اور اس کا حکمران سکھ تھا۔ اس نے بھی اپنی ریاست کا الحاق بھارت کے ساتھ کر دیا۔

راوھن پور - پالن پور

پاکستان کی سندھ کی سرحد سے خشک راوھن پور اور پالن پور نامی دو ایسی ریاستیں واقع تھیں جن کے حکمران مسلمان تھے اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ ہندوؤں کے صوبہ گجرات کے شمالی حصے میں ان دونوں ریاستوں کے علاوہ بالا سینور سپن اور کھبات نامی ریاستیں بھی واقع تھیں جن کے حکمران مسلم تھے ان میں راوھن پور اور بالا سینور کے حکمران بالاجا خاندان سے تھے۔ ان تمام ریاستوں نے گجرات کی بڑی ریاست بڑودہ دگا لیکواڑ کے ساتھ مل کر اپنا ایک علیحدہ یونین بنانے کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار انہوں نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

صوبہ گجرات میں واقع مسلم حکمرانوں کے ماتحت دیگر ریاستوں ٹونک (TONK) اور جمنیر وغیرہ نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کر لیا۔

سندھ کے جنوب میں واقع ریگستانی ریاست کچ جس کا حکم ہندو تھا اور رعایا کی اکثریت بھی ہندو تھی یہ بھارت کے ساتھ ملحق ہو گئی۔

بھاو پور، خیر پور

پاکستانی علاقے کے ساتھ خشک باقی ماندہ تمام ریاستوں کے حکمران بھو کشمیر کے مسلمان تھے اور ان کی رعایا کی اکثریت بھی مسلم تھی۔

ریاست بھاو پور کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی جس میں ۸۳ مسلمان تھے ریاست کے قزاق اور وزیر اعلیٰ جناب مشتاق احمد علیانی ریاست کے لئے کسی قسم کا نیم دار درجہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن ان کے آخر میں پنجاب میں دیکھتے ہوئے قومی فسادات بھوت چرسے۔ جس نے ریاست بھاو پور پر بھی گہرے اثرات ڈالے آخر کار ریاست بھاو پور نے سرکار برصغیر کے ساتھ پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق

کر لیا۔ اس کے فوراً بعد ہی پڑوسی ریاست خیر پور نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کر لیا۔

قلات اور دیگر ریاستیں:-

اس کے چند ماہ بعد ہی شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ساتھ منسلک چار ریاستیں چترال، ہوات، دیو اور اصب بھی پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔

بلوچستان سے منسلک چار ریاستوں قلات، لسبیلہ، خاران اور مکران کا رقبہ بہت وسیع اور نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مگر ان کی کل آبادی صرف پانچ لاکھ تھی ان میں سے ریاست قلات کا ارادہ آزاد رہنے کا تھا اور اس کے مکران خان نے ایک انگریز کو اپنا وزیر خارجہ بھی مقرر کیا تھا۔ ریاست قلات نے دیگر تینوں ریاستوں لسبیلہ، خاران، اور مکران پر مختلف دعوے اور حقوق جتانے لگی جس کے نتیجے میں ان تینوں ریاستوں نے مارچ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اس طرح قلات تنہا رہ گیا۔ اور آخر کار اس نے بھی اسی نتیجے میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔

بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں:-

پاکستان کے برخلاف بھارت نے اپنے علاقے سے منسلک ریاستوں کو اپنے ساتھ الحاق کے لئے مجبور کرنے کے لئے چانکیہ (CHANAKYA) کے سیاسی اصولوں پر بھرپور عمل کیا۔ یہ اصول ”سام“ یعنی دلائل سے کسی کو سمجھنا ”وام“ کسی کو رشوت اور پیسہ سے کر اپنا ہم خیال بنانا، ”بھید“ یعنی کسی کے عقیدہ راز کو افشاء

۲۳۵ - ۲۳۶

۲۳۶

کرنے کی دھمکی دینا اور ”دند“ یعنی سخت سزا کی دھمکی دینے پر بھی تھے ان کو شکوں میں بھارتی ریاستوں کے وزیر سرदार ولبھ بھائی پٹیل (WALLABH-BHAI PATEL) اور سیکریٹری مسٹر دی۔ پی۔ مینن نے اہم کردار ادا کیا اور ان کو گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پوری بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ نتیجتاً بھارت کے یوم آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک سوائے چند ایک کے تمام ریاستیں بھارت کے ساتھ الحاق کر چکی تھیں بھارت میں چانکیہ کے اصولوں پر جس طریقہ کار سے عمل کیا گیا اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

تراون کور، بھوپال، رام پور:-

جنوبی ہند میں واقع ریاست تراون کور (TRAVAN KOR) کے مہاراجہ نے آزاد رہنے کے ارادہ کا اعلان کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریاست تراون کور کے وزیر اعلیٰ رام سوامی آنگر کو دہلی بلوایا۔ اور انہیں دلائل و دھمکیوں کے ساتھ یہ فیصلہ تبدیل کرنے پر ابھارا کیا۔ مگر وزیر اعلیٰ رام سوامی اپنے فیصلے پر قائم رہے اور بعد میں وہ دہلی سے تراون کور واپس پہنچے جہاں ان پر قائمہ مملکت کی گئی اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ مہاراجہ نے فوراً دہلی بذریعہ ہارسا پتھر ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا دیگر ریاستوں کے حکمرانوں پر اس واقعہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور وہ خوفزدہ ہو کر بھارت کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کرنے لگے۔ ملا صوبہ مدھیہ پردیش میں واقع ریاست بھوپال کا حکمران مسلمان تھا۔ اور اس کی آبادی میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی بھوپال کے ذاب نے بھارت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کر دیا۔ ریاست کے مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف بغاوت کڑی راب نے حکومت بھارت سے مدد طلب کی اور بھارت نے فوراً ہی اپنی فوج

۲۳۳

ریاست جھڑپال میں بھیج دی جنہوں نے یہ بغاوت کچل دی۔
 اس طرح رام پور میں بھی آبادی کی اکثریت ہندو تھی اور اس کے حکمران مسلمان
 نواب تھا۔ نواب کے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے کے خلاف مسلم آبادی
 نے بغاوت کر دی۔ نواب نے حکومت بھارت سے امداد کی اپیل کی اور سردار پٹیل کے
 فوری حکم سے چھٹی جات رنجیت رام پور پہنچ گئی جس نے اس بغاوت کا خاتمہ کر
 دیا۔

چھتیس گڑھ کا معاملہ :-

مرہٹہ پردیش سے خشک چھتیس گڑھ کے علاقے میں پندرہ (۱۵) ریاستیں
 اور صوبہ اتر پردیش میں چھوٹی بڑی چھتیس ریاستیں واقع تھیں۔ آزادی سے قبل
 ان میں سے بہت سی ریاستوں کے حکمران راتے پور میں اکٹھے ہوئے۔ انہوں
 نے اپنی ایک آزاد "ایسٹرن اسٹیٹس یونین" قائم کر دی۔ یونین کا ایک آئین مرتب کیا
 گیا۔ ایک حکمران کو اس کا سربراہ چنا گیا ایک مشترکہ پولیس کا نظام قائم کر دیا گیا
 اور عدالت سے اس یونین نے اپنی کارکردگی کی ابتداء بھی کر دی اس
 یونین میں شامل نہ ہونے والی ایک ریاست "بستان" تھی جو معدنی دولت سے مالا مال
 تھی۔ اور وہ اپنی پڑوسی ریاست حیدر آباد کے ساتھ کسی قسم کے اقتصادی الحاق
 کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار پٹیل کے لئے یہ سب باتیں لمبی لمبی پرانے ہو چکی تھیں۔ انہوں نے
 اور وی پی سنگھ نے ان سب حکمرانوں سے خشک اور سنگ پھر میں گفت و شنید
 کی۔ انہوں نے ان حکمرانوں سے کہا کہ آپ کو ریاستیں ملانی، تہذیبی، اقتصادی

۱۹۴۳ء اگست

۱۹۴۵ء اگست

اور جغرافیائی نکتہ نظر سے آپس میں کسی بھی طرح کی مناسبت نہیں رکھتیں اور
 چند ریاستیں تو بہت چھوٹی بھی ہیں اس وجہ سے آپ کی یونین کسی طرح بھی کام
 ثابت نہیں ہوگی اور بھارت اس کو بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ حکمران پھر بھی اپنے
 فیصلے پر قائم ہے۔ اس پر سردار پٹیل نے ان کی سنگین تباہی کی دھمکی دی۔
 اس گفت و شنید سے کچھ عرصہ پہلے ہی کانگریس کی ریاستی برانچ پر ہانڈل ان
 ریاستوں میں سے دو ریاستوں میں وسیع پیمانے پر ہراسی اور فسادات برپا کر چکی
 تھیں آخر کار حکمرانوں کو بالکل سزاوارتہ حکیمانہ چاروں اہل علم نے بھارت کے ساتھ الحاق
 کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

ریاستوں کے حکمرانوں کو آزادانہ روپ مرتب کرنے کا آئینی حق دیا گیا تھا۔
 اس حق کو استعمال کرنے کی یہ پہلی اور آخری کوشش اس طرح کا کام بنا
 دی گئی۔

گانڈھی جی کو جب اس تمام معاملے کی اطلاع ہوئی تب انہوں نے کہا کہ
 "ان حکمرانوں کو الحاق کے لئے تیار کرنے کی کارروائی پھر سے بھگوان کا جواب
 دینے کے برابر تھی۔ اس سے ان سب حکمرانوں کا ہی بھلا ہوگا۔"

تین مستثنیات :-

اس طرح حکومت بھارت کے اپنے علاقے سے خشک تمام ریاستوں
 کو اپنے ساتھ ملحق کر دینے کے بعد اب صرف تین مستثنیات باقی رہ گئی تھیں
 یہ تینوں ریاستیں اپنی خصوصیت رکھتی تھیں اور وہ اپنی حیدر آباد تواریف
 مرتب کر گئی تھیں۔ یہ تین ریاستیں حیدر آباد، کشمیر، اور جون گڑھ تھیں ان
 میں سے حیدر آباد کو کبھی اپنا الگ رخ دکھنی تھیں جبکہ کشمیر اور جون گڑھ کی

کہا کہ اگر حکومت پر ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی صورت میں ہوگی
 کہانی پر جو حالات کو دیکھتے ہیں۔

محمد آباد پر قبضہ۔

سیاست میں آبادی کا اثر بہت بڑا ہے اور اس کے اثر سے ملک کی آبادی کی حالت
 میں ایک طرف سے حکومت کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 سیاست کی آبادی میں آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 میں آبادی میں آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 سیاست میں آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 میں آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں

جوں جوں ملک میں آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 اس کے اثر سے ملک کی آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 کہ آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 اس کے اثر سے ملک کی آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 کہ آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں
 اس کے اثر سے ملک کی آبادی کی حالت میں ایک طرف سے ملک کی آبادی کی حالت میں

کشمیر کی کہانی۔

کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔

ہندو کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔

کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔

کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔
 کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔ کشمیر کشمیر کی کہانی۔

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

نواب کی خواہش

جون ۱۹۳۶ء کو برصغیر کی تقسیم کے منصوبے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اعلان میں دیہی ریاستوں کے حکمرانوں کو غیر مشروط طور پر یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنی ریاستوں کا الحاق کر سکتے ہیں۔ یا خود مختار رہ کر اپنی مرضی کے مطابق کوئی قبائل انتظام کر سکتے ہیں۔

جون گروہ کے بانی حکمران نواب مہابت خان کی سوئم ریاست کے انتظامی امور میں بہت کم مداخلت کرتے تھے۔ جس وقت برصغیر کے نقشے پر پاکستان وجود میں آ رہا تھا تب ایک مسلمان حکمران ہونے کی حیثیت سے وہ فطری طور پر اپنی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملحق کرنے کی خواہش رکھنے لگے۔ ان کی اس خواہش کی تکمیل کی راہیں بظاہر بہت سی مشکلات درپیش تھیں۔ ریاست جوناگڑھ سوائے اپنی مندرگت کے تین اطراف سے ہندو ریاستوں کے درمیان گہری جوتی تھی جو سب کاب بھارت سے الحاق کرنے والی تھیں۔ علاوہ ان میں ریاست جوناگڑھ کی بیشتر آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ اعداد نہیں دی جاتے والے متعدد مراعات اور امتیازات کے وجود اس معاملے میں ان کو بے آسانی مشتعل کیا جا سکتا تھا۔

اس وقت ریاست جوناگڑھ کے دیوان و وزیراعلیٰ، خان بہادر عبدالقادر محمد حسین تھے۔ وہ اس سے قبل سندھ میں ضلع شکارپور کے ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے۔ ۱۹۳۰ء سے وہ ریاست کے دیوان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں ان کو اپنی علالت کے باعث ولایت رانگلستان جانے کی ضرورت پیش آنے لگی اب ان کو ایسے قابل اعتماد آدمی کی ضرورت تھی کہ سالانہ سوس ہونے لگی جو ان کی غیر حاضری میں ریاست کے دیوان کے فرائض سے بنوبی عمدہ برآں ہو سکے۔ سرشاہنواز بھٹو سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ اور اسی نے ۱۹۳۶ء کے آخر میں انہوں نے سرشاہنواز بھٹو کو جوناگڑھ کی کابینہ میں شامل کر لیا تھا۔

سرشاہنواز بھٹو

سرشاہنواز بھٹو کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں ضلع لارکاڑہ کے زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۶ء تک لیبل یونیورسٹی اسمبلی کے رکن رہے۔ بعد ازاں منٹو اصلاحات کے سلسلے میں منقذ کی حیثیت پر پیریل کانفرنس میں انہوں نے سندھ کی فائندگی کی تحقیر سے ۱۹۳۶ء تک وہ صوبہ بھٹی کی کابینہ میں شامل رہے اور سندھ کی علیحدگی کے معاملے میں قانونی مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انہوں نے لندن کی کولنیل کالفرنسوں میں بھی حصہ لیا۔ انہیں حکومت برطانیہ کی طرف سے "مختصر" اور "مید" دیگر خطابات عطا ہوئے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ کا علیحدہ صوبہ وجود میں آنے کے بعد وہ گورنر کے مشیر اعلیٰ بن گئے۔ ۱۹۳۶ء کے الیکشن میں انہوں نے اتحاد پارٹی کے نائب صدر کی حیثیت سے حصہ لیا لیکن شیخ عبدالحمید سندھ صوبہ کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد وہ تقریباً ایک دہائی تک بھٹی میں رہا۔ سرگودھا کے رکن کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے۔

مستشرقین کے ہونے سے ریاست جو ناگزیر کے دیوان کی دعوت قبول کر کے جو ناگزیر کے کابینے میں شمولیت اختیار کر لی اور اس طرح انہوں نے برصغیر کے اہم ترین سیاسی مرکز میں سیاست کے میدان میں اپنی سیاسی کاروائی کا دروازہ کھولا۔ بعد ازاں مئی ۱۹۴۷ء میں دیوان عبدالقادر کے حالات تھا کہ نئے ولایت روالپنڈی پر شاہنواز بھٹو کو قائم مقام دیوان مقرر کیا گیا۔ جو ناگزیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق میں بن دو اشخاص نے جم ترین کردار ادا کئے ان میں سے ایک سر شاہنواز بھٹو تھے۔ اور دوسرے اسٹیفیل حاجی محمد ابراہانی (1900-1980) تھے جو اس وقت ریاست جو ناگزیر کی اسٹیٹ کونسل کابینہ کے ایک اہم رکن تھے۔

قائد اعظم کی یقین دہانی۔

نواب صاحبیت خاں نے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کے بعد اپنے فیصلے پر قانونی رائے لینے کے لئے بین الاقوامی شہرت یافتہ قانون دان چوہدری غلام اللہ خان کو جو ناگزیر آئے کہ دعوت دی۔ غلام اللہ خان تین دن جو ناگزیر میں مقیم رہے۔ انہوں نے اس فیصلے کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے مشورہ دیا کہ جو ناگزیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی راہ میں کسی طرح کی کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے سر شاہنواز بھٹو کو قائد اعظم سے مشورہ لینے کے لئے نئی دہلی بھیجا جہاں انہوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کے ساتھ خصوصی گفتگو کی۔

مقامی مسلم لیگ
۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء
جیل دہلی
صفحہ ۱۴۳
۵۶

سر شاہنواز نے چند معاملات میں قائد اعظم سے چار بات حاصل کیں۔
۱۔ قائد اعظم دیوان کو مزید یقین دہانی دلا کر
۲۔ پاکستان کی طاقت کو بوجہ انت نہیں دے سکتا کہ وہ بھٹو کو
۳۔ فائر کنکشن پر بھٹو کے ساتھ باپ کو ہم دشمن کا شکر بنائے۔ ہم قریبی
۴۔ امداد کرید گئے ویراؤل کی بندرگاہ کراچی سے زیادہ دور نہیں۔ میرا یہ مشورہ ہے
۵۔ کہ آپ ہر اگست تک ہر معاملے سے علیحدگی اختیار کریں۔ اور انتظار کریں اور
اس کے بعد ہی آخری فیصلہ کیا جائے گا۔

اسلام کی خاطر قربانی۔

شاہنواز بھٹو نے قائد اعظم کے نام ایک خط میں جو ناگزیر کے حالات تفصیل سے بیان کئے تھے اور لکھا تھا کہ
"میرے خیال سے ہر مذہب کے اور اسلام کے اور کا تھیاد اور کے ملاؤں
کی عزت و آبرو اور مرتبہ کی صداقت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں
کیا جائے گا۔"

دہلی کی طرف سے دباؤ۔

اس کے بعد ہندو کے دائرے سے دباؤ ڈالا گیا۔ ۲۰ جون کو راج
پریستوں کے حکمران ایموان کے نمائندوں کی ایک ٹیم دہلی میں طلب کی۔
اس کا مقصد یہ ریاست کو بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے سمجھانا اور ان پر
دباؤ ڈالنا تھا۔ اس ٹیم کے لئے جو ناگزیر کے دفتر کے سربراہ دیوان عبدالقادر
کے بھائی اور نواب کے آئین شیر خان بیادہ بھی بخش تھے۔ اس وفد کے ہمراہ
۲۵ اگست ۱۹۴۷ء جو ناگزیر - ۱۹۴۷ء اسی تاریخ ۱۲۸

۱۲۹
۵۷

میں وزیر قانون عبدالمجید، وزیر امور شیعہ دہشتہ راستے، ماسکٹ اور سابق وزیر تعلیم اسماعیل حاجی محمد ابراہیم شامل تھے۔

دہلی میں تمام ریاستوں کے نائب گورنر کی کارڈ ملاؤت جیٹھی اور منیر کے راجا
احمد کے سپر ریڈی وی۔ پی میٹنگ کے خلاف ریاستی امور کے وزیر سرور اور دلجو علی
پٹیل سے جگہ جگہ دعوتیں کرائی گئیں۔ سرور پٹیل ان پر انتہائی سخت لہجہ میں
بجائے کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے رہے۔ خان بہادر شیخ بخش
سرور پٹیل کے سخت اور دھمپال دھار لہجہ سے ٹھہرا گئے اور جو ناگزیر ہو چکے
تو اب صاحب کی بجائے کے ساتھ الحاق کرنے کا شرعہ دیا گیا ریاستی کابینہ کے
ارکان کی اکثریت ان سے متفق ہوئی تھی۔

فان یہ دور نے بعض کو اس کے فورا بعد ان کے عہد کے سچے منجھوٹ کو دیا
ایک حد تک جگہ جہاں اسٹیل پر دہائی کا ذکر کیا گیا۔ سچے ساتھ دہائیوں میں ہمارے
موجودہ وقت پر تھے انہیں بھی اس کے عہد کے سچے منجھوٹ کو دیا گیا اور قائم مقام
دہائی کا ستوا دیکھو کہ ان کے ساتھ ہی تین ہزار سو چھ سو تھوڑا پر دہائیوں میں ہمارے

الحقائق کا اعتراف۔

جناب اعلیٰ بیاد نے ہائے کوکری پر جو کہ تارہ افیم سے جانک
بیاد نہیں دے جو ہائے واپس پہنچ کر تیار ہو گا کہ پکت دے گا
ان کے لئے گا۔

۱۰۰۰

1940-1941 2, 20, 21

۱۰۰ مسوولین و کانتینر

مذہب کے لئے اور بھی، - کہیں اور - مسطور

ہیرا ہانی کی واپسی کے فوراً بعد ریاست ہوناگرہ کی ایٹمی وائنریٹ کو نیشنل ریسرچ
کونسل کی میٹنگ منعقد کی گئی۔ ہیرا ہانی سے اس میٹنگ میں قائد اعظم کے ساتھ ہونے
والی گفتگو کی تفصیلات بتا رہا۔ اس کے بعد کونسل نے اسحاق ڈار کے ساتھ ہوناگرہ
کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا فیصلہ کیا۔

جہانگشت اور جہانگشت سلسلہ کی ریاضیاتی شب کو پاکستان میں صرف دو درجے
آیا۔ اس کے پیچھے جو روزِ مینا جہانگشت بعد کے بعد لایب حیات تھائی نے اپنے
آئینی اختیارات اور کوشش کی مقصد رائے کے مطابق ریاست جو انگریزوں کے پاکستان
کے ساتھ الحاق کی دستِ نوید پر باقی حدود تسلیم کر دیئے۔ اس کے دوسرے دور میں
۱۹۴۷ء کو باری کے لئے ریاست جو انگریزوں کے اتحاد و گٹھ جو تیار کیا
میں ریاست جو انگریزوں کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو اتحاد و احاطہ کر آیا۔

ماگپوره اعلان حزب ایلی قیما

۱۔ کوشش کی صورت سے حکومت میں کڑاؤ کے سامنے ہر جمعیہ اور تنظیم ملے۔
غیر غرضیہ بھر کر ناجسور اٹھا۔ کسبیت کو اتفاق بھارت کے کیا جانے پا سکتا
ہے۔ حکومت نے اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچی ہوئی ہے
کہ غرضیہ جمہوریت سے وقت و بات میں نظر رکھنا چاہیے کہ سیاست کے حواس کو
غرضیہ حال اور اتفاق کس بات پر منحصر ہے۔ سیاست کو غرضیہ اور سیاست
فرق برقرار رکھنا سکتا ہے۔ مسئلہ کے ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کے بعد
نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان سے اعلان کر لیا جائے۔ جبکہ اعلان کیا جاتا ہے کہ سیاست
میں بلوچستان کے ساتھ مل کر ملک کی حکومت کو ٹھیک ہے کہ جہاں اس فیصلے کا
دار و جان سے غیر متعلق رہے گا۔

جشن پاکستان

ریاست جو ناگزیر میں اس وقت جو ماحول تھا۔ اس میں کانگریسی اخبارات کے گمانے پر خون خرابے کا اندیشہ تھا چنانچہ جو ناگزیر کے مسلمانوں کی وادہ سیاسی تنظیم جمعیت المسلمین نے آزادی کے دن مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی جلوس یا جلسہ نہ کرنے کی ہدایت کی۔ صرف چراغاں اور دعاؤں کی اجازت دی گئی۔ چراغاں اور سجادت میں کیا نہ سر فہرست رہا۔

کتنا زمشہر کی آبادی میں غالب اکثریت مسلمانوں کی تھی جو سب کے سب مسلم لیگ کے پُر جوش حامی تھے۔ انہوں نے عید الفطر کے موقع پر پاکستان کی تحلیق اور جو ناگزیر کے الحاق کی تہری خوشیاں بڑے جوش و خروش سے منائیں۔ جیسے جلوس کی کی عاقبت تھی لہذا انہوں نے چوٹی بڑی پارٹیاں اور قوالی کی محفلیں منعقد کر کے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ فقراء بھی موقع محل دیکھ کر اس قسم کی صدائیں دینے لگے کہ "دے دے مائی باپ : پاکستان کی خوشی میں اللہ کے واسطے کچھ دے دے" بانٹوا اگرچہ ریاست جو ناگزیر میں شامل نہ تھا پھر بھی بانٹوا کے مسلمان نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کی خوشی نمایاں شان و شوکت سے منائی۔ مہین برادری کے اس سب سے بڑے اور دولت مند شہر کو پاکستانی پرچموں اور رنگ برنگی جھنڈوں سے آراستہ کیا گیا۔ دوپہر کے بعد کاروں، تانگوں اور کھڑا پارٹیوں پر شیشہ کی ایک بہت بڑا بھوس نکالا گیا۔ اقبال چوک میں مولانا اکرم خان نے تانگوں اور ضرروں کی گونج میں پاکستان کا پرچم لہرایا۔ رات کو پورے شہر میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چراغاں کیا گیا۔ اسی رات مولوی صاحب عسکری زیر صدارت جلسہ عام منعقد کیا گیا۔

۹۔ مسلم بیٹن ۲۹۔ اگست ۱۹۴۷ء
۱۰۔ مسلم بیٹن ۲۹۔ اگست ۱۹۴۷ء

مہین برادری کا مطالبہ

بانٹوا کے دربار (حکمران) شیر خان کی پاکستان کے ساتھ الحاق کے حامی تھے لیکن اس وقت تک دیگر چھوٹی بڑی مسلم ریاستوں نے اس معاملے میں اپنی پارٹی کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ان تمام ریاستوں کو پاکستان میں شمولیت اختیار کرنے پر مائل کرنے کے لئے ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بانٹوا میں جماعت کی جانب سے بانٹوا کے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ عام منعقد مہین قاسم دلا کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ عام میں سیٹھ مہین قاسم دادا کے علاوہ جناب سلیمان ابراہیم صاحب جناب مہین آدم دھامیا (DHAMIA) مولوی صاحب محمد۔ جناب عبدالرحیم محمد وغیرہ نے پُر جوش تقریریں کیں۔ ان تقریریں نے اپنی تقاریر میں کہا کہ پاکستان کے ساتھ شمولیت کے لئے ہم سخت ترین قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں۔ جلسہ عام میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں لکھا تھا دارا کی دوسری مسلم ریاستوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے پُر جوش مطالبہ کیا گیا تھا۔ جلسہ عام میں قرارداد اپنے اس فیصلے کی مخالفت کرنے والی تمام قوتوں کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور ضرورت پڑنے پر ڈائریکٹ ایکشن (دست اقدام) کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اسی جلسہ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت پاکستان کو اپنے اس فیصلے سے قطع کر کے اسے کسی ایک وفد کو بھیجا جائے۔ اس وفد میں سیٹھ آدم حاجی پیر محمد سیٹھ حبیب حاجی پیر محمد اور جناب سلیمان بھورا کو شامل کیا گیا۔ ایک سبھت بعد اسی نوعیت کا ایک اور جلسہ سیٹھ آدم حاجی پیر محمد کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔

ان مطالبات کے نتیجے میں بانٹوا اور اس کے قریبی شہر سردار گڑھ کے ۱۱۔ مسلم بیٹن ۲۹۔ ستمبر ۱۹۴۷ء
۱۲۔ مسلم بیٹن ۲۹۔ ستمبر ۱۹۴۷ء

حکمرانوں نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا۔

مخالفت کی ابتداء۔

الحاق کے اعلان سے کافی عرصہ پیشتر اس یقینی اعلان کے خلاف زبردست جہم پھٹنے کے لئے کانگریس کی ریاستہائے برائے کاشیاواڑ راجیکہ پریشد (RAJKIYA PRISAD) اور جونا گڑھ راجیہ پر جامنڈل (PARJA MANDAL) کے طرف سے تیار ہیاں ہو چکی تھیں۔

اس جہم میں جونا گڑھ راجیہ پر جامنڈل جو کافی عرصہ سے غیر فعال تھی اس کے ایک سربراہ مسٹر موگٹ لال پارکیکہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ریاست جونا گڑھ میں تمام اقوام امن و امان اور اطمینان و سکون سے رہ رہی ہیں لہذا ان انتظام کے خلاف کسی کو کسی طرح کی کوئی شکایت نہیں اور لہذا ریاست میں یہ جہم چلانا ناممکن ہے۔ ایسے حالات میں انہیں اس جہم کو بیرون ریاست شروع کرنا زیادہ مناسب سمجھ کر وہ بھی پیچھے اور اپنے ہم خیال چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے ۷ جون ۱۹۴۷ء کی شب بمبئی کے آزاد میدان میں کانگریس کے سابق صدر ڈاکٹر جٹا بھی سستیا ماسیا کی زیر صدارت ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا۔ اس کے صدر استقبال یہ مہاتما گاندھی کے بھتیجے اور بمبئی کے متعصب اخبار نویس نے مرقم (VANDE MATRAM) کے مدیر شامندر اس نمکشی واس گاندھی تھے۔

اس اجلاس میں نواب صاحب کے جینہ تعصب کی ایک قرارداد کے ذریعہ شدید مذمت کی گئی اور بارہ سال پہلے قائم کی گئی جونا گڑھ پر جامنڈل کو دوبارہ از سر نو وجود میں لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

انہی دنوں کانٹیاواڑ راجیکہ پریشد میں مسٹر میک لال پارکیکہ مسٹر

مکھا موگٹ لال پارکیکہ "جونا گڑھ تیری اٹنی یا ترا" مسخ

جیٹھلال پوشی اور مسٹر رتھو مہال ادائی (ADAR) پر مشتمل ایک "ڈیفنس کمیٹی" تشکیل دی گئی۔ اس کا مقصد کانٹیاواڑ کی کسی آلت ہلے کی صورت میں اس کا مقابلہ کرنا اور جوام کو تیار کرنا تھا۔ اس کٹھن کو الحاق مسترد کرنے کے لئے ہر ممکنہ کاروائی کرنے اور ہر وقت ضرورت طلب کسے کسے بھی انتیادات دینے کے لئے تھے ۱۹۴۷ء

اس ڈیفنس کمیٹی نے ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء سے بمقام دھروول (DHARUOL) آزاد ہند فوج کے سابق کیپٹن بالم سنگھ کی زیر نگرانی فوجی تعلیم کا ایک شروع کر دیا۔

اس کے علاوہ متعدد سابق سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ان کے اسلحہ دینے تشکیل دیئے گئے ان میں سے ایک خاص دستے کا نام گرجا دھروول دیا گیا تھا۔ اس دستہ کی ذمہ داری یہ تھی کہ جونا گڑھ میں عام بغاوت کی صورت میں رعایا کی فوری امداد کے لئے ہر اسلحہ پہنچاتا تھا۔

جونا گڑھ پر جامنڈل کے سربراہ موگٹ لال پارکیکہ جگت سنگھ کے بمبئی سے جونا گڑھ شاہنواز بھٹو سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ انہوں نے موگٹ لال جونا گڑھ میں ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے۔ اپنی جونا گڑھ آمد کے بارے میں اخبارات میں خبریں بھی شائع ہو چکی تھیں۔ لہذا ایک بھی شہری ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر نہیں گئے۔

تباہی کی دھمکی۔

۲۱ اگست کو کانٹیاواڑ راجیکہ پریشد کے مسٹر رتھو مہال ادائی نے ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کانٹیاواڑ راجیکہ پریشد کے مسٹر رتھو مہال ادائی کو دھمکی دی کہ اگر وہ کانٹیاواڑ راجیکہ پریشد کے مسٹر رتھو مہال ادائی کو دھمکی دیں گے تو انہیں کانٹیاواڑ راجیکہ پریشد کے مسٹر رتھو مہال ادائی کو دھمکی دیں گے۔

پرورش و ترقی میں اس مردِ مومن کی گمانہ کی ایک نئی فصل است۔ اس کی شہرت و تہم پر اس کا نام کے
 مظہر ہوں گا کہ جس نام سے کہہ گا۔ اس کا یہ کہ اس کا نام ہی ہے
 جو نیکوئی کے خلاف لڑنے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ یہی وہ نیکوئی ہے جس کا یہ ہے
 جس کی سیبائی کا گڑبڑ کی ہیں اس کا اور اپنا کہ ہے۔ اس کی شہرت
 کہ اس کی شہرت کے لئے شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے
 الحاق کو کا شہادت کے لئے اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے
 ویرا دل بندہ کا ہے۔ اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے
 اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے
 اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے اس کی شہرت کے لئے

بعد میں دایکوت کے مقام پر عصب ابدانہ چھوڑی
اور قاتل سواراٹھارہ لاکھ میں سرت لائی کھانہ کی صورت میں
دور راست کو ایک اجلاسی منعقد ہوا۔ ڈھیر سے اس اجلاس میں جواہر لال نہرو
کے خلاف جنگ شروع ہونے والی ہے۔ اسی اجلاس میں لٹل ماس گاندھی نے
مولد کا جواب تلوار سے دینے کا اہمیت پر اصرار کیا۔

داجکوت کے اسی اجلاس میں ڈیفنس کونسل نے سفارتکاروں کے نام پر
گورنمنٹ جرنلز کو منسلک طور پر ڈیفنس اور ان کی اہلیت و تربیت پر غور
کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ جرنلز میں اس وقت کو نامی خزانہ رکھنے کی بجائے کہ وہ
تسلیم اور غور و بات کر لیا کہ وہ فیصلہ دیا کہ وہ سب سے پہلے

اس کے ساتھ ہی کانگریس کے گھرانے اور ان کے سیاست پر ان کے
میں جھگڑوں پر شہرہ فہم دستور کے مرضی فتنے شائع کر کے شہرہ فہم کیا۔

۱۵ اکتوبر تا صفر

مذہب کی ترقی

مذہب الہی ص ۱۰۰

سیاسی رہنماؤں اور کانگریسی اخبارات کے پروپیگنڈے پھیلانے کا نظری
نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست جو ناگزیر ہندو شہری غورفزدہ ہو گئے اور انہوں نے
ویدیں پھیلانے پر قریبی ہندو ریاستوں میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔ ۱۲
یہ ہندو شہری قریبی ریاستوں میں مکمل امن و امان کے ساتھ ہجرت کر گئے
وہ لوگ اپنے ساتھ اپنی قیمتی اشیاء بھی لے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد نے
یہ ہجرت ریاست جو ناگزیر کی زمینوں کے ذریعے کی۔ ان کے مقفل مکانات کو سلاواں
لے ساتھ بیک ڈنگا یا۔ اور دو تین ماہ بعد حالات تبدیل ہونے پر یہ ہاجر جب
واپس ریاست آئے تو اپنے مکانات کو جس حالت میں انہوں نے چھوڑا تھا۔
اسی حالت میں محفوظ پایا۔

دوسری جانب کچھ اس قسم کا بھی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ریاست جو ناگزیر
چٹانوں اور بلوچوں کو بھرتی کر رہی ہے اور ان کے توسط سے ہندو دغا یا ہر
ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ ہجرت کا ٹھیا واڑ کے تمام گجراتی اخبارات جو صوبہ کے
ہندوؤں کی ملکیت تھے۔ انہوں نے اس پروپیگنڈہ میں اہم کردار ادا کیا۔
ان کے مسلم ملکیت کے دو قلیل الاشاعت گجراتی اخبارات "مسلم ٹائمز" اور
"وطن" کے علاوہ خود اشاعت کے حامل آئندہ نور سائل کی آواز اس شور مچا رہے
تھے کہیں سنائی نہ دیتی تھی۔

اس پروپیگنڈے میں پورا ہندو پریس شامل تھا جس میں شامل اس کا گجراتی
کاؤنرس مائرم اور امرت لال سیتھ کا جنم بھومی سر فہرست تھے۔ جنم بھومی
نے الزام لگایا تھا کہ جو ناگزیر کی موجودہ حالت پاکستان کے وفادار زمین برادری
کی سازش کا ہی نتیجہ ہے۔

اس نے اپنے ایک ادارے میں لکھا تھا کہ حکومت بھارت کے تازہ ترین
مسلم ٹائمز ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

بیان کے نتیجے میں کاٹھیا واڑ کے مسلمانوں میں شدید اختلافات نمودار ہوئے ہیں
کاٹھیا واڑ میں رہائش پذیر زمین برادری کے مواسے تمام مسلمان یہ کہہ رہے ہیں کہ
کاٹھیا واڑ کو ایک اور متحد ہونا چاہیے وہ کہہ رہے ہیں کہ ریاست جو ناگزیر ہندو
بحران پاکستان کے وفادار زمینوں کی ساز باز کے نتیجے کی پیداوار ہے ۱۳

ناگزیر کے اثرات

ریاست جو ناگزیر پر اس ناگزیر کے سنگین اثرات مرتب ہوئے۔ ان
اثرات کا کچھ اندازہ سرشاہنواز مہجور کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے بہتر
کو پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے ہم ارسال کیا تھا انہوں نے اس خط
میں لکھا ہے کہ

"جہاں ہر سدکور و کاہار ہے۔ فکر خاک و تار کی خدات بند ہو جانے کا
اندیشہ ہے۔ ہمارے یہاں وہ سیکی پیما ت کا کوئی انتظام نہیں ہے مگر یہی درد و رولا
کے درمیان اب تک کوئی باقاعدہ رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ میں کہتے ہوں کہ
حکومت کی امداد کی چرچا سنیں اپیل کرتا ہوں کہ جاری بہت افزائی کے لئے مسلح
فوج کی امداد دی جائے ایک بیمار یا فاسد ہوائی جہاز اور ایک آدھ ڈاکو یا اگر شور
کے چارے ہوائی اڈے پر روانہ کئے جائیں تو مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے اور
جس پاکستان آمد و رفت کی سہولت بھی مینا ہوگی۔ یہ بھی منہ دہری ہے کہ ایک قریبی
دستہ کیل کاٹنے سے یہی بھری راستے ویراں روانہ کیا جائے۔ یہ بھی انتظام کیا
جائے کہ بھری راستہ کسی بھی مداخلت سے آزاد اور مستحکم رہے۔ بھری رابطہ کے
لئے عمارت تمام تر دادرہار آپ پر ہے کیونکہ فی الوقت ہمارے پاس کوئی

جہاز نہیں۔ یہ رابطہ ریاست جو ناگزیر کے ۱۴

۱۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو برسرِ حال ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء

حکمرانوں کی مخالفت۔

ریاست نواز خیر کے حامی صاحب دیکھ دیجئے سنگھ جی ۱۹۷۱ء
 مہابت خاندانی کے ساتھ دیرینہ قربت و لائق
 رکھنے کے اور غرضی موات پر جو ہوا کر کے شاہی خاندان کے ایک فرد کی میت
 سے تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی امان کی مخالفت میں بیانات دیتے ٹرڈ
 کر دیئے اور دہلی جا کر حکومت کے رہنماؤں سے صلے مشورے کئے۔ انہوں نے
 حکومت بھارت کو اس بارے میں ایک خط بھی لکھا تھا کہ ہونا کر کے پکتان سے
 امان کی وجہ سے کاٹھیاواڑ کی ریاستیں اور عوام کے لئے بہت برا خطرہ درپیش
 ہے وہ میت بے چین ہو گئے ہیں اور ان کو جوانی اقامت سے روکا شکی ہو جائے
 گا لہذا حکومت بھارت سے فوری طور پر مؤثر اقدامات کرنے کے لئے امر کیا
 جائے اگر حکومت بھارت ایسا نہیں کرے گی تو اسی کے ساتھ ملحق ریاستوں میں
 اس کے دھم برپا کر کے کھاتے کے بارے میں شدید اندیشہ پیدا ہو
 جائے گا۔

بھارتی حکومت، گورنر، پور بند اور دھمکائی کے حکمرانوں نے
 امان کی حالت میں بیانات جاری کئے۔

برہادری کا اہتمام۔

امان کے خلاف سب سے طاقتور دہانہ خود حکومت بھارت کے ذریعہ
 عوام کے اندر گورنر جنرل اور ڈائریکٹریٹ میں کی جانب سے ڈال گیا۔

۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء

۱۹۸۱ء ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ۱۹۸۴ء ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء ۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء

جو ہوا کر کے امان والی کے ہندو حکومت کے خلاف
 کے سیکرٹری مسٹر دی۔ پی سینا نے امان کی مخالفت کرتے ہوئے دہلی
 پاکستان کو اس بارے میں پکتان کے طرف سے امان کی مخالفت کرتے ہوئے
 ۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء
 ایک بار بھیجا۔ اس بارے میں لکھا گیا تھا کہ ایک کے خلاف کے خلاف
 کر کے جو ہوا کر کے پکتان کے ساتھ امان کو ہندو حکومت کے خلاف
 سے پاکستان کے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 مشتاق سے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 زیر انتظام ہوا کر کے حکومت کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔

۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء
 کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 اور پاکستان میں باقی تمام برہادری کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔
 برہادری کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔

لوب کی ثابت قدمی۔

بھارتی حکومت سے سب سے زیادہ دھمکائی کے خلاف ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔ امان کی مخالفت ہے۔

۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء

نواب بہاؤ الدین نے ۱۰ اگست کو قائد اعظم کے ہم سب ذیل خط ارسال کیا کہ
 "جوناگڑھ پر ہر جانب سے تنقید ہو۔ جس سے الحمد للہ ہم بچے بیٹے ہیں۔
 اُن میں حکومت پاکستان جوناگڑھ کے الحاق کی تسلیم کے بارے میں اعلان کرے
 میں وزیر محمول سرگرسنگی کے۔ وائی ایچ ایل (ADRIAN L) کو کراچی
 بھیجی رہا ہوں وہ معاہدے کی تمام شرائط کر لے گا۔ میں نے انہیں اختیار دیا ہے
 کہ وہ الحاق سے متعلق دستاویزات پر میری جانب سے دستخط کر دیں۔ مثلاً
 جناب ایچ ایل مہاراجست کے اور آخر میں کراچی روانہ ہوئے ان کے سفر کا
 سب بڑا عقد حکومت پاکستان کے حکام کو جوناگڑھ کی صحیح صورت حال سے مطلع
 کرنا ان سے ہدایات حاصل کرنا تھا۔

ان کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے گجرات بھائیال، تھان و یوڑی اور چند تیرے
 اور پرتھے دیسے کی ریاستوں نے جوناگڑھ کے توسط سے پاکستان کے ساتھ
 شمولیت کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے بارے میں بھی حکومت پاکستان کو تفصیلات بتانی
 تھیں اور ہدایات حاصل کرنا تھیں۔ مثلاً

ان چوتھو ریاستوں کے ساتھ اس معاملے کے بارے میں جوناگڑھ کے
 خصوصی راجس پر سمر و آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی سید زین العابدین
 "مرہٹہ" ترقی کے تحت دشمنی کی تھی۔

اعلان تسلیم

جوناگڑھ حکومت پاکستان نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک سر آرڈینری لوٹ
 (EXTRA ORDINARY CIRCULAR) کے ذریعے اعلان کر کے ریاست جوناگڑھ

۱۳۔ مسلم بیٹن ۵ ستمبر ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء
 ۱۴۔ ۱۵

کے پاکستان کے ساتھ الٹی کو اتفاق تسلیم کر لیا۔

ریاست جوناگڑھ کے سرکاری لوٹ رجسٹر میں دستخط کر کے
 اس الحاق کو تسلیم کر کے پاکستان سب ذیل الحاق لایا گیا۔
 "پاکستان کے پرائیویٹ نیس گورنر جنرل نے جوناگڑھ کے پرائیویٹ نیس
 برادر کی طرف سے پیش کئے گئے الحاق کی دستاویزات کو قبول کر لیا ہے۔
 یہ دستاویز صرف وفاق اتحادی موصافہ قدامت و محلات، صرف الخیرین
 کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرتا ہے۔ لیکن دیگر تمام معاہدات میں طرف کی خود تھوری
 کہ طرف بھی متاثر نہیں ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی حکومت پاکستان نے حکومت بھارت کو ہندو تسلیم
 دو ٹوک الحاق میں کہہ دیا کہ حکومت پاکستان نے ریاست جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم
 کر لیا ہے اور متعلقہ دستاویزات پر دستخط کر دیئے ہیں۔ مثلاً

۱۳۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء
 ۱۵۔

چڑھائی کی تیاریاں

دہلی میں تشویش۔

۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان نے الحاقی جونا گڑھ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا۔ اسی روز بھارت کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اسٹاف کی ایک میٹنگ میں چیرسل بار جونا گڑھ کا معاملہ زیر غور لایا گیا۔ اس میٹنگ میں اسی رات کے اظہار کیا گیا کہ اگر جونا گڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا تو یہ معاملہ چھٹتیر کی ریاستوں کے الحاق کی پوری پالیسی کی قانونی حیثیت کے سامنے ایک ڈائریکٹ چیلنج بن جائے گا۔ اور کاٹھیا واڑ کی دیگر ریاستوں اور خصوصاً ریاست حیدرآباد کے لئے اس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے نیز ریاست حیدرآباد میں مسلم انتہا پسندوں کی زبردستی حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس میٹنگ کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لارڈ اسے، مینن اور اپنے انجی مسیکریری اینجینئیر کے ساتھ ایک علیحدہ میٹنگ طلب کی۔ مینن نے اس میٹنگ میں ریاست جونا گڑھ کے خلاف بری اور گھبرائی طاقت کا مظاہرہ کرنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں جنگی حکمت عملی کا ایک پروگرام کیمرتب کر رکھا تھا۔ وہ پروگرام کچھ اس قسم کے امکان پر مبنی تھا کہ پاکستان

جو گڑھ کو فتح اور جنگی سازو سامان کی فراہمی سے گامی نہ لکھنے کے ثبوت کے طور پر مینن نے کچھ ایسا ایکٹو پیش کیا تھا کہ پاکستان میں لارڈ اسے کو جونا گڑھ کی ترقی کے لئے آٹھ کروڑ روپے بطور قرضہ دے دیا تھا۔ اور کچھ عوام سپاہی بھی بھیجے گئے۔ لارڈ اسے نے پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس پورے کو خطا نامہ قرار دیا۔

دوسرے روز یعنی ۱۶ اکتوبر کو دہلی میں یہ اطلاع ملی کہ پاکستان نے جونا گڑھ کے الحاق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اسی روز ایک میٹنگ میں لارڈ اسے نے خود دیکر یہ بات کہی کہ ریاست جونا گڑھ بھارت کے لئے بظاہر بالکل بیکار ہو گیا لیکن فوجی فوج دہلی کے اس الحاق کے ذریعے بھارت کو فوجی طور پر اکٹھا جاتے ہیں۔ اور جونا گڑھ کی ایک بہر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور کشمیر و حیدرآباد کے وسیع تر متنازعہ کے لئے کوئی پالیسی اختیار کرنے کے لئے قانونی جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جونا گڑھ کچھ معاملات میں حیدرآباد سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہاں کا حاکم بھی مسلمان ہے اور رعایا کی اکثریت بھی ہندو ہے۔

ماؤنٹ بیٹن کی الجھن

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی کاروائی کے بارے میں شاہ برطانوی جانشین کو وقتاً فوقتاً خطیہ رپورٹ ارسال کرتے رہتے تھے۔ ان دنوں انہوں نے اپنی ایک ایسی ہی رپورٹ میں شاہ کو بتایا۔

”بھارت کے گورنر جنرل کی حیثیت سے میری ایک اہم الجھن یہ ہے کہ ریاست جونا گڑھ جو علاقہ پاکستان کا ایک حصہ ہے اس کے بارے میں حکومت بھارت کو پاکستان کے خلاف میڈیا کی حالت میں لانے سے روکنا ہے جس نے اپنی حکومت بھارت کو سمجھایا کہ اسے صرف اپنے قانونی مفاد کی حفاظت کے لئے ضروری فوجی

اور دیگر اقدامات پیشگی لینے چاہئیں۔ ۲۰

فوجی محاصرہ کا فیصلہ

جونانگرہ کے معاملے پر غور و فکر کرنے کے لئے بھارتی کابینہ کی ایک میٹنگ منعقد کی گئی۔ ماؤنٹ بیٹن اس میٹنگ کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بیان کرتے ہیں۔

”میٹنگ منعقد ہونے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ تمام وزراء نے آپس میں مشورہ کر کے ریاست جونانگرہ پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہذا میں نے میٹنگ سے قبل ہی وزیر اعظم جواہر لال نہرو اور نائب وزیر اعظم سردار دلہ بھائی پٹیل کو طلب کیا۔ وہ خصوصاً پٹیل انتہائی برہم تھے پٹیل کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایسے حالات میں کسی قسم کی کوئی کمزوری برسرِ ظاہر نہیں کرنی چاہیئے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام سے پیشتر گفت و شنید کے تمام امکانات آزمائے جائیئے اس کے بعد کابینہ کی میٹنگ میں نہرو نے انہی تمام دلائل کی اپنی طرف سے پیش کیا۔“

ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور پٹیل کو سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام لینے کی بجائے کچھ اس قسم کا بیان جاری کیا جائے کہ ہم کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے حاصل کرنا چاہیئے۔“

کابینہ نے اس میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جونانگرہ کے خلاف پرنسپل اندرون اور بیرون دیباؤ ڈالا جائے ریاست کے ارد گرد بھارتی افواج اور کانسٹیبل اور

۲۰ ایچ۔ وی۔ ڈی۔ ”دی گریٹ ڈیلیٹ“ صفحہ ۴۳۱

۲۱ ”دی گریٹ ڈیلیٹ“ صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲

۲۲ ”شش“ صفحہ ۱۹۸

کی دیگر ریاستوں کے فوجی دستے لگا دیئے جائیں لیکن وہ دستے ریاست جونانگرہ کی حدود میں داخل نہ ہوں اس کے علاوہ ریاست کے پاکستان سے الحاق کے نتائج سے نواب صاحب کو مطلع کرنے کے لئے مینن جونانگرہ جائیں۔ ۲۱

بھارت کی برہمی

اس کے ساتھ ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے گورنر جنرل کے نام ایک تار بھیجا کہ پاکستان کی طرف سے کئے گئے ایسے الحاقی کو حکومت بھارت اپنا خود مختار اور علاقائی سالمیت کے خلاف سمجھتی ہے دونوں ڈومینینز کے درمیان جس قسم کے دوستانہ تعلقات پہلے چاہیئے یہ اس کے برعکس ہے۔ برصغیر کی تقسیم جن اصولوں پر طے کی گئی اور عمل میں لائی گئی تھی یہ الحاقی ان اصولوں کی سراسر خلاف کرتا ہے۔ ۲۲

قائد اعظم کا انتخاب

اس تار کے موصول ہوتے ہی قائد اعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ایک جوابی تار ارسال کیا۔

”ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جونانگرہ اور کانسٹیبل وارڈ کی ریاستیں جو پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں ان کی سرحدوں پر کثیر فوجی اجتماع کیا گیا ہے امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ہوئی جونانگرہ کے نظام میں با اس کے کسی علاقے پر کسی قسم کی دخل اندازی نفاذ عمل قرار دی جائے گی۔ ۲۳

۲۴ گریٹ ڈیلیٹ صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲، شش صفحہ ۱۹۸، ”دی گریٹ ڈیلیٹ“

۲۵ امیر جنس صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۰

۲۶ جونانگرہ صفحہ ۲۷۰

میں جو ناگڑہ میں۔

بھارتی کابینہ کے فیصلے کے مطابق سرکاری۔ پی میں اور کابینہ کے
سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ ۱۹ ستمبر کو جو ناگڑہ پہنچے اور وہاں دیوان شاہنواز بھٹو
سے ملاقات کی۔

میں نے کہا کہ میں بھارتی کابینہ کی جانب سے نواب صاحب کے لئے ایک
نئی پیغام لایا ہوں۔ بھٹو نے کہا کہ نواب صاحب کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور
کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ نواب صاحب سے ملنے کی تمام کوششیں
راہگاہ گئیں۔ بھٹو نے ان سے خاص طور پر کہا کہ ۲۹ جولائی کے بعد میں نے
نواب صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ جو ناگڑہ کے لئے پاکستان سے الحاق کرنا زیادہ
بہتر ہے۔ جو بری ظفر اللہ خان نے بھی یہی رائے دی اور تمام اقوام کے نمائندوں
کی کابینہ میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا۔

میں اور بوتھ کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ شدید دباؤ کے باوجود دوسرے
شاہنواز بھٹو بہت قدم رہے۔ آخر کار میں نے انہیں اتبہہ کیا کہ کٹھیا واٹر
کے عوام بے قابو ہو رہے ہیں۔ اگر آپ قانون ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کریں
تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نواب صاحب کا خاندان ختم ہو جائے گا۔

اسی شب میں اور نوانگر کے جام صاحب دیکھ کر مجھے مسئلہ کا اندازہ
پیارا ہو گیا۔ پہلے اور وہاں تاج علی ہوٹل میں چند کانگریسی اور کٹھیا واٹر
راہگیہ پریشد کے چند رہنماؤں کے ساتھ صلح و مشورے کئے۔ اس شیف میں
شہزاد اسس گاندھی نے کہا کہ عوام قانون کو ماتہ میں لینے کے لئے تیار ہیں۔
اور وہ اپنی فوج بنا کر جو ناگڑہ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم تلافی

حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

اسی شیف میں جو ناگڑہ کے خلاف تحریک چلانے کے لئے ایک مقرر
حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوسرے روز میں نئی دہلی واپس پہنچ گئے۔ ان کی رپورٹ پر غور کرنے
کے لئے ۲۲ ستمبر کو ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مائورٹ بنک انگریز۔ پٹیل
اور اس کے علاوہ بری وکھری انوان کے کمانڈر انچیف بھی موجود تھے۔

بے سوماتھ۔

اپنی دونوں ۱۹ ستمبر کو شاہزاد اس گاندھی نے اپنے اخبار وندے ماترم
میں ریاست جو ناگڑہ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوا ایک نہایت ہی سخت
اداریہ "بے سوماتھ" کے عنوان سے شائع کیا۔

"شری محمد علی جناح کو پاکستان دیکھ ہم نے بہت بڑی مصیبت مول لے
لی ہے۔ عوام کو خنجر سے بچانے کے لئے ہم پاکستان کی تحقیق کی اجازت دی لیکن
خنجر کی پلاس کون بھاسکتا ہے؟ پاکستان آیا لیکن خنجر کا راج نہیں رکھ سکا۔ ہزاروں
بے گناہ افراد کا قتل عام مسلسل جاری رہا۔ اس کی گھلائی صبح مندرستان میں
طلوع ہی نہیں ہوئی۔ لہذا ہم بار بار پکارتے ہیں۔ "بے سوماتھ" دوری ملی
کسی بھی سرزد نہ ہونے پائے اور جو ناگڑہ کا پاکستان شری محمد علی جناح کے
ہاتھ میں ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو نہ صرف جو ناگڑہ نہ صرف کٹھیا
اور گجرات بلکہ پورا بھارت گنوا پڑے گا۔"

اسی ادارے میں انہوں نے ریاست جو ناگڑہ پر حملے کی حکمت عملی بھی

پہاں تھی کہ ان ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ ساتھ ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے اور ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے۔

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

اس لئے ان سے کہا گیا کہ ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے اور ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے۔

کوٹ اٹرا، استینیں چڑھائیں

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

کانڈگی جی کا آشیں ولو

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

پہاں تھی کہ ان ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ ساتھ ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے اور ان کی ترقی کو بھی ترقی دینا چاہیے۔

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

عاشی حکومت کا قیام

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس کے لئے کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

الحاق جوناگڑھ کے چند اہم کردار



نواب بہایت شاہی

سردار بھائی دود (SHARAJ BHAI DOD) منی لال سندھوی دودھی (MANI LAL SUNDARJI DODHI) اور فرید پرہاگ جی نتھوانی (SHARAJ BHAI DODHI) (MANI LAL SUNDARJI DODHI) کی تقرری کی گئی۔ یہ تمام وزراء اور ان کے تباؤ اجداد کسی وقت ریاست جوناگڑھ کے باشندے رہ چکے تھے۔
اس اجلاس میں بھارتی کے نامور مصنف کیتھل لال منشی کا تیار کردہ عارضی حکومت کا منشور پڑھا گیا۔ تمام وزراء اور شرکاء سے جوناگڑھ سے لڑائی ختم کرنے کی قسم اٹھوائی گئی۔

اس کے بعد شامی اجلاس گاندھی نے اپنی تقریر میں کہا
"میں اپنا قلم چھوڑ کر اب تلوار اٹھا رہا ہوں۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے تب تک جوناگڑھ پاکستان میں شامل نہیں ہو سکے گا۔ نواب کے لئے جاری دفا داری آج سے ختم ہو رہی ہے۔ ریاست جوناگڑھ میں اب کوئی نواب نہیں۔ کوئی پاکستان نہیں۔ ریاست جوناگڑھ کی پوری حکومت اب جاری ہے پاکستان کے دلال جوناگڑھ چھوڑ کر چلے جائیں جوناگڑھ کے خلاف ہمارا یہ جہاد اسی وقت ختم ہوگا۔ جب جوناگڑھ کے آسمان پر ہمارا تھنڈا لہرے گا مگر آج ہم علم بغاوت بلند نہیں کرتے تو یہ جاری اور چلنے کا ٹھیکہ والی موت ہے جاری ہندو رعایا کے مذہب اور عزت کا خاتمہ ہے۔"

اسی اجلاس میں "بھم بھوی" کے مدیر امرت لال سنگھ اور کاٹھیاواڑی راجپوت پرند کے سردار گوال داس نے بھی خطاب کیا تھا۔ ۱۴

راجپوت کی راہ۔

دوسری شام عارضی حکومت کے سربراہ اور دیگر رہنما بڑے

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی صفر ۱۴۲۸ھ



شاہد داس گاندھی



سر شاہنواز مجیو



لارڈ ماؤنٹ بیٹن



قائد اعظم محمد علی جناح



گاندھی جی



سردار پٹیل



پندت جواہر لعل نہرو



لیاقت علی خان



دلاور خانگی



ابراہانی



مانڈویا



ڈی وی چوڈھری

جویش و جذبے کے ماحول میں بذریعہ کانٹیا واڈ میلٹرا جگہ کی جانب رواد ہونے
اس موقع پر اسٹیشن پر ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں شامڑ داس گاندھی
کو ایک تلوار اور اوپر کونے کے تھیلے پر لہرانے کے لئے ایک پرچم عطا کیا گیا۔
بہائی سے راجکوٹ کے سفر کے دوران کئی اسٹیشن پر لوگوں کے چھوٹے بڑے
اجتماعات نے ان کا پُرجوش فیرو مقدم کیا۔ تقاریر ہوئیں۔ لکھتے پڑھتے چلے گئے
اور "جے سونا تھو" کے نعرے گونجتے رہے۔

۲۴ ستمبر کی شام عارضی حکومت کے رہنما راجکوٹ پہنچے۔ اسٹیشن پر تقریباً بیس
ہزار افراد کے جھوم نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد ان رہنماؤں کو ایک
جلوس کی شکل میں جیل گاہ پہنچایا گیا۔ اس جلوس میں کئی افسر اور پرچم کے علاوہ
تلواریں اور کمر پائیں لہرا رہے تھے۔ ۱۵

اس جلسہ میں شامڑ داس گاندھی نے کہا کہ مہاتما ہندوستان میں ویرا
اسلامی سلطنت قائم کرنے اور خود اس کے سلطان بننے کی تیار رکھتے ہیں۔ ہم ایسا
ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

شامڑ داس نے مزید کہا کہ میں اس اجلاس میں جو ناگڑہ کے نواب اور
جو ناگڑہ کے بانی خاندان کی باقاعدہ موت کا اعلان کرتا ہوں۔ ۱۶

جو ناگڑہ باؤس پر قبضہ

راجکوٹ، کانٹیا واڈ میں برطانوی پولیس کی ایکٹو کامیابیوں کا مندرجہ ذیل تھا۔
جہاں کانٹیا واڈ کے کئی حکمرانوں نے اپنے قیام کے لئے نئے تعمیرات کئے تھے
جن کوڑہ کے نواب اور دیگر اعلیٰ حکام کے قیام کے لئے صدر کے علاقے میں

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء

ایک تازہ رپورٹس گاہ تعمیر کرائی گئی تھی جو "جونا گڑھ ہاؤس" کے نام سے مشہور تھی۔

عارضی حکومت کے رہنماؤں کے راجکوٹ پہنچنے کے فوراً بعد ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جونا گڑھ ہاؤس پر حملہ کیا گیا۔ جونا گڑھ ہاؤس میں اس وقت صرف آٹھ دس چوکیدار موجود تھے عارضی حکومت کے مسلح جوانوں نے بڑی آسانی کے ساتھ بنکرس مقابلے کے اس پر قبضہ کر لیا۔

جونا گڑھ ہاؤس پر قبضے کے بعد عارضی حکومت کے نائب صدر ولیم کی کھینا کے فرنگ پر چم لہرایا۔ اور عارضی حکومت کے ہندو ذرا دسلے ایک علیہ عام سے خطاب کیا۔ پکتان کے صدر اعظم نے حکومت ہند پر عارضی حکومت کے قبضہ ریاست کی مذمت کی اور ایسے ہی دیگر افعال پر پُر ہوشی احتجاج کیا۔

اس کے باوجود دونوں محاکم کے وزراء نے اعظم کے درمیان جونا گڑھ کے سلسلے میں پیغامات کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان میں سے ایک ٹیلیگرام میں حکومت بھارت نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمیں اس بات سے قطعاً الجھ ہے کہ جونا گڑھ کا عارضی گورنر میں حکومت ہند یا اس کے کسی بھی افسر کا دائرہ ہے یا ان کی طرف سے سمیت اختیاری لگایا ہے۔

اس ٹیلیگرام میں مزید کہا گیا تھا کہ حکومت ہند اس الحاق کو تسلیم نہیں کرتی مگر جونا گڑھ ہاؤس پر قبضہ کے بعد عارضی حکومت نے ایک ماہ تک اختیاری طور پر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اندرونی طور پر وہ جونا گڑھ پر بغاوت کرنے کے لئے رہا کاروں کو فوجی تربیت دیتی رہی اور ان کے دستے تشکیل دیتی رہی۔

ملک لوک کرانچ صفحہ ۲۱ اگن پارتا صفحہ ۲۳ تا ۲۴

ملک کرانچ صفحہ ۲۱ تا ۲۲ - اگن پارتا صفحہ ۲۳ تا ۲۴

اس پورے لشکر کا نام "آزاد جونا گڑھ فوج" رکھا گیا تھا۔ غوام میں بائیک سید "جوا فوج" کے نام سے زیادہ مشہور تھی۔ سر رتھیا لال ان اس وقت کے کاٹر انجین تھے۔ اس کے علاوہ ریاست جونا گڑھ کے اندر بھی راجپوت اور دیگر اقوام مثلاً میر (MER) ، میتا (MATA) اور ہٹی (HATTI) وغیرہ کو بغاوت کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔

بابریا واڈ کا معاملہ

بابریا واڈ ریاست جونا گڑھ کی ایک تحصیل تھا۔ یہ ۵۶ دیہاتوں پر مشتمل تھا جہاں چھوٹے بڑے ہندو رہتے تھے۔ ماضی میں کاٹھیاواڑ سینٹ کے ذریعہ پیدا انگلی ہو۔ وہ حق امور کے لئے بابریا واڈ گورنریست جونا گڑھ کی فوجی میں دسے دیا گیا تھا۔ ریاست جونا گڑھ کے پکتان سے الحاق کا اعلان کرتے ہی ان نے ہندو لوگوں سے بھی اعلان کر دیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ساتھ معاہدہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اب وہ آزادی ہیں اور بھارت کے ساتھ ملحق ہونا چاہتے ہیں حکومت بھارت نے دستبرکران کے الحاق کو تسلیم کر لیا۔

اس کے باوجود حکومت بھارت نے بابریا واڈ پر فوری طور پر قبضہ کرنے سے گریز نہ کیا کیونکہ ایسا کرنے سے جونا گڑھ کے ساتھ قدم اور حالت مزید خراب ہونے کی صورت میں پکتان کے ساتھ جنگ پھڑپھڑانے کا اندیشہ غور میں ہوتا تھا لہذا بھارت نے دحق طور پر ریاست جونا گڑھ کی حدود کے باہر ہی اپنی فوج کو متعین کرنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

مقابلہ جنگ کی صورت میں بھارت کا رد کرنے کے لئے ناہیسی لگے

۱۹ ملک کرانچ صفحہ ۲۱

۲۰ اگن پارتا صفحہ ۲۳ تا ۲۴ - ملک کرانچ صفحہ ۲۱

کے کچھ دنوں سے ریاست میں لڑائی کے قریب دیکھ کر کہ ہم مخالف ہوا ہے
 اسے تمام ملک چھوڑ کر (1855) میں غریب ترین حالت میں
 دولت ختم ہو گئی تھی۔ جو کہ بڑی تعداد میں رنجیدہ لوگوں کو فوجی خدمت
 میں لے گیا۔ انہی ریاست میں لڑائی کے بعد اس نے اپنے گھرانے کا آکا نام
 لیا۔

بھارتی افواج کی بچکچھاہٹ۔

ان دنوں میں لڑائی کے بارے میں کسی دلچسپ واقعات رونما
 ہو رہے تھے۔ ان دنوں ریاست کے افواج میں بھارتی افواج شیعین کرنے
 کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ بھارتی افواج کے تینوں پہلوؤں کا نام لے لیں۔ ان میں
 برطانوی افواج نے ان حکم کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ بڑی فوج کے کمانڈر
 انہیں جیل تک لے گیا۔ اس کے خلاف ان سب برطانوی افواج نے بھارت
 کو دیکھ کر ہنسنا شروع کیا۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ باندھ کر ان کے کھانے کو
 گرم پانی پر پکوانے کی سختی کے درمیان جنگ کا وقت نہ ملتا تھا۔
 ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

بھارتی فوج میں بھارتی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

فوجی بھارتی کا فوجی۔

بھارتی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

ان دنوں ان دنوں بھارت کی فوج میں لڑائی کے خلاف گستاخوں کی تعداد بڑھ رہی
 تھی۔ ان کے خلاف سخت کارروائی ہو رہی تھی۔

تین اہم واقعات ..

۱۔ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا

حکومت بھارت کا بیان ..

ہم بھرگوشپ بھارت کی وزارت پر اس کے ریاستہائے متحدہ کے حسب ذیل
اعلامی بیان کی۔

"پاکستان کے ساتھ جو ناگوارہ کا الحاق، جو ناگوارہ اور اس کے اطراف کے
ریاستوں کے درمیان، جو ناگوارہ اور بھارت کے درمیان پڑ بھارت اور پاکستان
کے درمیان طیاروں کی بنیادیں سکتا ہے اس مسئلے کو حل کرنے کا حکومت بھارت
نے پختہ نرم کردہ ہے کا خیال داتا میں اس قائم رکھنا ہی بحالہ مطلب الیہ ہے
اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ فیصلہ عوام کی آزادانہ رائے کے مطابق کیا جائے
جو ناگوارہ کے اطراف میں واقع ریاستوں کے مفاد کا دفاع کرنا حکومت بھارت
کی ذمہ داری ہے اور وہ اس ذمہ داری کو مکمل طور پر پورا کرے گی" ۲۵

یہاقت علی خان کی برہمی ..

ان دنوں میں وہ شہر کو دھلی میں پاک بھارت مشترکہ کیشن کی جنگ

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء ان پورا صفر ۱۴۲۸ھ

۱۔ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا

۱۔ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا

۱۔ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا

شہر خج کا کھیل ..

۱۔ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا
تین اہم واقعات، پہلا واقعہ اسٹیج کے دہرائے جانا اور اس سے متعلق تین اہم واقعات، پہلا

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

ہونے والی گھڑا سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یقین ہو چکا ہے کہ پاکستان کی پوری حکومت قتل ہے کہ جو ناکرٹھ کے شے کشمیر کے سلسلے میں سودا بازی کے طور پر پیش کرنا ہے ۔ اس کی وجہ اس ملاقات میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے رویہ و لیاقت علی خان کا یہ اظہار تھا ۔

" بھارت کو آگے بڑھ کر کوئی جنگی قدم لینے دو اور اس کے بعد دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے ۔ " ۲۷

دونوں ممالک کی تباہی کا خطرہ :-

جو ناکرٹھ کی عارضی حکومت کی تشکیل پس پشت حکومت بھارت کا مقصد پاکستان کے ساتھ براہ راست جنگ کو ٹالنا تھا ۔

۲۷ ستمبر کی میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف الفاظ میں بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بننے والا حکومت بھارت کا کوئی بھی اقدام انتہائی خطرناک ہوگا ۔ اس جنگ میں پاکستان بالکل ختم ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھارت بھی کم از کم ایک نسل تک پسپا ہو جائے گا ۔ یہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حکومت بھارت کا عزت و وقار ایسے کسی بھی اقدام سے ختم ہو جائے گا ۔

ماؤنٹ بیٹن کے اس نظریہ کی روشنی میں اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو ناکرٹھ کی سرحدوں پر افواج متعین کر دی جائے لیکن وہ افواج ریاست کی حدود میں داخل نہ ہوں ۲۸

نہرو کا اندیشہ :-

انہی دنوں بھارت کی ڈیفنس کمیٹی کی پبلس میٹنگ منعقد ہوئی ۔ پنڈت نہرو نے اس میٹنگ میں مانگرویل اور بابرپاواڈ کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کی انہوں نے کہا کہ دونوں ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کے دوران کوئی بھی ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے جو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن جائے بھارت ، جو ناکرٹھ کے معاملے میں پاکستان سے جنگ کرانا نہیں چاہتا اور وہ اس جنگ کو ٹالنا چاہتا ہے ۔ اس جنگ میں اگر دوسرے ممالک کو ٹوٹ نہیں کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ پاکستان کی شکست اور تباہی کی صورت میں آئے گا ۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کو بھی ایک طویل عرصہ تک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا جیسے لئے اس جنگ سے چند دیگر سنگین نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں ۔ جیلا بین الاقوامی مقام ملکی طور پر ختم ہو جائے گا ۔

نہرو نے اس رپورٹ کے آخر میں کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ پاکستان نہیں چاہتا ہو اور وہ یہ سب کچھ محض ہمیں برہم کرنے اور ہمیں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کرنے کے لئے کرتا ہو جس کے بارے میں وہ اقوام متحدہ میں ہمارے خلاف اپیل کر سکے ۔

نہرو نے اس کے بعد ایک شورہ دیا کہ پاکستان اور جو ناکرٹھ کو مطلق کر دینا چاہیے کہ پاکستان کے ساتھ ریاست جو ناکرٹھ کے الحاق اور بابرپاواڈ اور مانگرویل پر جو ناکرٹھ کے دعوے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کو فوری طور پر اپنی افواج و ہاں سے ہٹا لینا چاہیے ۔

اس میٹنگ میں ڈیفنس کمیٹی نے ریاست جو ناکرٹھ کے قب و حوالہ میں

واقعہ ہاستوں میں بھارتی افواج کے دستے بھیج دیئے کا فیصلہ کیا۔ ۲۹

کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج۔

اس مقصد کے لئے حکومت بھارت نے "کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورسز" (کاٹھیاواڑ دفاعی فورسز) تشکیل دی جس کے کمانڈر بریگیڈیئر سردار گرو دیال سنگھ تھے۔ ذرا تھوڑے بھارتی اور پور بندر کی ہاستوں سے بھی فوجی اور ادنیٰ کی گئی تھی۔

ریاست لٹری (LITRI) کے دربارہ نجات سنگھ جی زمینداروں کے ایک چھوٹے دستے کے ساتھ اس جہم میں شامل ہوئے۔ ۳۱

اس کے علاوہ بھارتی حکومت نے تین جنگی بحری جہاز "کرسٹن"، "گادری" اور "جنا" کو اس جہم پر بھیجا۔ سرنگیں تلاش کرنے والے جہاز "کوئٹو" کو دس روزہ کیا اور ایک ٹینک برادر جہاز پور بندر کی بندرگاہ میں بھیجا۔ اس کے ساتھ "تھیم پیٹ" (THEM PAT) قسم کے طیاروں کا ایک اسکواڈن بھی بھیجا گیا۔ ۳۲

اس کے علاوہ رائل انڈین انجینئرنگ اور میڈیکل کور کے دستے بھی بڑے بحری جہاز جعفر آباد کی بندرگاہ پر پہنچائے گئے۔ ۳۳

اس طرح کاٹھیاواڑ کے عوام نے زندگی میں پہلے بار ٹینک، جنگی طیارے جنگ جہاز اور دیگر جدید سامان ضرب دیکھا۔

۳۴ گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۳۵ ۲۳۶ مشن صفحہ ۲۱۳

۳۵ انٹی گریڈیشن صفحہ ۱۳۸

۳۶ لوک کرانتی صفحہ ۲۴

۳۷ ان پترا صفحہ ۲۵ ۳۸ لوک کرانتی صفحہ ۲۵

نئی دہلی میں لاگو ہونے والے دن وزیر اعظم کے دفتر سے ہدیہ کی شکل میں برکس ڈوٹ میں مذکورہ بالا تمام تفصیلات بیان کی گئی تھیں اس میں "مجموعہ ہادی" کا ذکر تھا کہ کاٹھیاواڑ کی چند ہاستوں کی درخواست پر بھارتی فوج کو ایک تقریر سے پور بندر کی بندرگاہ پر بھیجا گیا ہے۔ ۲۵

اس کے برخلاف حکومت پاکستان کی جانب سے شہر کے انہیں تین بحری جہاز کے ذریعہ غلہ، تیل، اور کوئلہ وغیرہ کی رسد ویراؤل کی ہے۔ یہ جہازیں ۲۶ اس کے بعد حکومت پاکستان نے ملتان سے لاہور کو کالان کی سات کپڑوں (دستے) بھیجنے کی پیشکش کی۔ لیکن بھارتی افواج ان لوگ سینا کے ہزاروں سیل جہازوں نے ریاست کا حاصر کر لیا تھا۔ اس صورت میں کراچی پر نہیں کی کہ ٹیلی ویژن ان کا کسی بھی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس بات کے وہی نظر پر جوہر کی کور کرنے کے لئے شاہنواز بھٹو نے اس پیشکش کو منظور نہیں کیا۔ ۲۷

کاٹھیاواڑ کے چند مہینوں کے بعد کچھ سال قبل کاٹھیاواڑ کی سب سے پہلی مشترکہ مسلم صنعت کاٹھیاواڑ انڈسٹریل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ حالات کا بغور مشاہدہ کر کے انڈسٹری کے گروہوں میں اس کا کافی رعبہ کی تھا باغی میں بھی سب سے پہلے حجابی حسیب بنیے گئے تھے اپنی کپڑے کے گروہوں میں لکھنا ۲۸ کہ وہ سب کا اہمیت کے ساتھ ساتھ انڈسٹری کا اہمیت رکھتا تھا۔ ۲۹

۳۰ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰

دو محاذوں کی کہانی

جوناکڑہ اور کشمیر

ستمبر ۱۹۷۷ء کے اواخر کے لے کر اکتوبر کے تیسرے ہفتے تک حکومت بھارت یا عارضی حکومت نے جو ناگڈھ کے سلسلے میں کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ شطرنج کی بازی کی اچھی چال ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ریاست جو ناگڈھ کے ارد گرد بھارتی افواج کے دہشتے عامہ کئے ہوئے تھے۔ عارضی حکومت کے پرچم تلے ہزاروں رضا کار حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ اس کے بعد فوراً ہی یکے بعد دیگرے ڈرامائی واقعات پیش آنے لگے۔ بھارتی ڈی ایس ایس نے ۲۱ اکتوبر کے دن ریاست جو ناگڈھ کی ماتحت چند مسلم ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مائوٹ بیٹن نے اس بیٹنگ کے بارے میں شہنشاہ کوڑہ سال کردہ ایک خطبہ راجسٹ میں لکھا تھا کہ میں ان لوگوں کو اس لیے دہشت گرد نہیں بلکہ ملک پر

دوسری جانب تقریباً اسی وقت کشمیر میں حرم وراثت کے کھولنے والا
تاجدار حضرت علیؑ اس کے بعد تاجداروں پر علیؑ کشمیر اور ہندوستان

[illegible]

1990

کی کہانی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو گئی کشمیر کے محاذ پر جو کچھ ہوا اس کے براہ راست اثرات جونا گڑھ پر نمودار ہونے لگے۔ ریاست جونا گڑھ اور اس کے مسلمانوں پر اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔

ماں و دیر پر قبضہ

بھارت نے اپنے پہلے جوت کے طور پر ایک سو مربع میل پر مشتمل مائوڈ
کی چھوٹی سی ریاست کا انتخاب کیا۔ مائوڈ کے خان غلام علی الدین نے اجراء
کے پاکستان کے الحاق کا فیصلہ کر چکے تھے۔ راجکوٹ میں ۱۵ ستمبر کو اپنے دورے
کے دوران مشردی۔ پی۔ مین نے ان کو راجکوٹ طلب کیا اور ان پر بھارت
کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے وائٹ ڈالا لیکن خان صاحب اپنے فیصلے پر قائم رہے۔
بعد میں دہلی واپس پہنچ کر مین نے پٹنہ پہنچا اور سردار پٹیل سے اس مسئلے
میں صلح و شوبہ کے بارے

یہاں کے لوگوں کے لئے
 باوجود اس کے بھارتی حکومت نے اس کے بعد کچھ اسی قسم کا پریس
 نوٹ جاری کیا کہ مانا دور بھارتی یونیٹ کے ساتھ ملحق رہا ہے اور وہاں
 ملحقہ دروازہ فسادات ہونے کا اندیشہ ہے لہذا انہیں روکنے کے لئے مانا دور
 کو سیکورٹی کمانڈر کی سربراہی میں ملحقہ علاقے کا پریس کیا جاتا ہے۔
 بعد ازاں وہ اکثر کہ بھارتی حکومت کے دستوں نے مانا دور کی جانب
 پیش قدمی کی، ان کے چار اور راستہ تو ان کے کوئی دستے ہیں تھے، ان لوگوں
 نے پھر یہ ہوشیار ونگ علی الصبح مانا دور پہنچ گئے اور بھارتی فوج
 کے دو ہزار سے مانا دور کی طرف اپنی فوج لگانے لگے، انہوں نے مانا دور

$$f(x) = \frac{1}{2} \ln \frac{1+x}{1-x} - \frac{1}{2} \ln \frac{1+x^2}{1-x^2} = \frac{1}{2} \ln \frac{1+x}{1-x} - \frac{1}{2} \ln \frac{1+x}{1-x} - \frac{1}{2} \ln \frac{1+x}{1-x} = -\frac{1}{2} \ln \frac{1+x}{1-x}$$

Рис. 1

کے مکر اور ہونے پر وہ ان کے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

کشمیر کے حالات

تیسرے سال کے شروع میں وہاں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی جس کے
 نتیجے میں وہاں کے حالات بالکل بدل گئے اور وہاں کے حالات بالکل بدل گئے

اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

یہ وقت ان کے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

دوسرے کے روز

دوسرے کے روز وہاں کے حالات بالکل بدل گئے اور وہاں کے حالات بالکل بدل گئے
 اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

اس کے بعد اس نے اپنے لیے ایک نیا راستہ بنا دیا اور یہ تھا کہ
 ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے ایک ایک گھنٹہ کے لیے

سے دوسرے کو یہاں اس کے بعد گاپوں پر لگاتے ہوئے گھاؤں میں داخل ہونے
 گھاؤں کے اوپر رعبہ ہار دیا جس سے گھاؤں کا بندہ دھکی کے زور پر گر پڑا اور
 اسے جھڑپ پر لے لیا گیا۔

اس طرح اسے روزینہ کا مکان پر لے گیا اور وہیں گھاؤں پر قبضہ کر لیا گیا۔

بڈی کا کھیل

یہ بھی دوسرے دن ہار دیا۔ اس کے درمیان گھر سے ریاست میں لگاؤ کے لئے
 گھاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے ایک سبک کے ساتھ رعبہ ہار دیا۔ اس کے بعد
 بھی لگے۔ تقریباً ہر گھاؤ میں ریاست کے مقرر کردہ دو یا دو سے زیادہ
 تھے جو اس وقت اس وقت کے بعد یا غیر مقابیل کے ہتھیار ڈال دیتے تھے۔
 وہ تمام گھاؤں میں اس انداز سے جوتا تھے اس کا کچھ فرق نہ ہو کہ سب کے ساتھ
 سے اسے ایک صوفی نوٹ لکھ کر دیا تو وہاں اس کے سب ذیل میں لکھا
 لکھا جاسکتا ہے۔

۱۔ گھاؤں کو فتح کرنا جو غول کے لئے ایک کھیل تھا چند دفعہ دیکھا گیا۔
 یہ بھی جانتے۔ کہ یہ غول کیا جاتا۔ ہم اسے بڑھ جاتے۔ یہ تمام کارروائیوں
 جو ان کے لئے لکھی گئی تھیں جیسے سبیل سوم جوتی تھی۔

۲۔ اس وقت کا یہ غول ہے کہ ۱۹۴۱ میں ریاست سے جو گھاؤں کے پاس
 ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ یہاں غول کے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔

۳۔ اس وقت کا یہ غول ہے کہ ۱۹۴۱ میں ریاست سے جو گھاؤں کے پاس
 ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ یہاں غول کے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔

قبائلیوں کی پیش قدمی

دوسری جانب کشمیر میں داخل ہونے والے قبائلی بھی ۲۰۰۰ میں کشمیر کے
 دار الحکومت سری نگر کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے قریباً ۱۰۰۰ میں ہار دیا
 ہوتا رہا۔ اس طرف دولت متعلقہ لکھا گیا کہ ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 انہوں نے سرہ تلہ پر قبضہ کر لیا اور ہار دیا۔

قبائلیوں نے ۱۹۴۱ میں ۱۰۰۰ میں ہار دیا۔ انہوں نے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 انہوں نے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ انہوں نے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 انہوں نے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ انہوں نے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔

بھارتی افواج کی آمد

اسی ہی م کشمیر کے ہار دیا۔ اس کے بعد اسے لے گئے۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔ اس کے بعد اسے لے گئے۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔ اس کے بعد اسے لے گئے۔

۱۔ اس وقت کا یہ غول ہے کہ ۱۹۴۱ میں ریاست سے جو گھاؤں کے پاس
 ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ یہاں غول کے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔

۲۔ اس وقت کا یہ غول ہے کہ ۱۹۴۱ میں ریاست سے جو گھاؤں کے پاس
 ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔ یہاں غول کے ۱۹۴۱ میں ہار دیا۔
 اس کے بعد اسے لے گئے۔

ایذا ہوا راجہ اپنے خاندان سمیت راستے کے بندہ بعد کار جوتوں روانہ ہو گئے۔ ۱۲
۲۶ اکتوبر کو صبح سویرے مینن دہلی واپس پہنچ گئے ڈائریس کمیٹی نے ان
کو الحاق کی دستاویز ساتھ کر جوں جانے کا حکم دیا۔ مینن نے جوں پہنچ کر
الہی کی دستاویز پر ہاراج کے دستخط لے۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً ایک سو تجارتی
اور فوجی طیاروں کے ذریعے بڑی تعداد میں بھارتی افواج اور جنگی ساز و سامان
سرحد پار پہنچانے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ ۱۳

پاکستانی کمانڈر کا انکار

کشمیر میں بھارتی افواج کی مداخلت کے ساتھ ہی ان کے مقابلے کے لئے
تمام ماحول نے پاکستانی فوج کے برطانوی کمانڈر جنرل گریسی (GRACEY) کو
کشمیر میں پاکستانی افواج بھیجنے کا حکم دیا۔ جنرل گریسی نے یہ حکم ماننے سے انکار
کر دیا۔ ۱۴

دونوں محاکم کی افواج کے مشترکہ کمانڈر رانچیف فیلڈ مارشل اوکن لیک
(AUCHIN LECK) ۲۸ اکتوبر کے دن لاہور پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر پہنچنے
الحاق کے بعد بھارت کا ایک حصہ بن چکا ہے اور اگر پاکستانی افواج اس میں داخل
ہوئی تو پاکستان کی سلع افواج کے تمام برطانوی افریقہ مستعفی ہو جائیں گے۔
بعد ازاں یکم نومبر کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ اسٹے بھی لاہور میں قیام مکمل ہے
گفت و شنید کر کے واپس چلے گئے۔ ۱۵

۱۶ اگست ۱۹۴۷ء ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء

۱۸ اگست ۱۹۴۷ء ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

۲۰ اگست ۱۹۴۷ء ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء

۲۲ اگست ۱۹۴۷ء ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

نواب صاحب کی روانگی

ادھر کاٹھیاواڑ میں حالات دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے جا
رہے تھے۔ ماناؤد کے حکمران شیخ غلام علی الدین قید کر لئے گئے تھے حکومت
پاکستان کی طرف سے کسی قسم کی امداد اور رہنمائی کا مکمل فقدان تھا۔ ادھر کشمیر
بھارتی افواج ۱۳ اگست کے تیار ہواں ہو رہی تھیں۔ سیاست جو ناگڈھ پانڈوں اطراف
سے بھارتی افواج اور غرضی حکومت کے دستوں کے درمیان تصور تھی اور وہ
کسی بھی وقت سرحد پر عبور کر کے جو ناگڈھ شہر میں پہنچ سکتے تھے۔ ایسے حالات
میں نواب خاندان کے لئے جو ناگڈھ میں مزید وقت رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔
۲۶ اکتوبر کو شام نواب نہایت خاتمی اودان کے چند اہل خاندان جو ناگڈھ
کے قریب واقع کیشود (KESHOD) کے ایروڈروم سے بذریعہ طیارہ کراچی
روانہ ہو گئے اس طرح پاکستان کے ساتھ سب سے پہلے الحاق کرنے والی سیاست
کے حکمران کو الحاق کے صرف ۱۱ دن کے بعد ہی ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا۔ نواب
صاحب کے کراچی پہنچنے پر سندھ کے گورنر غلام حسین دایت اللہ نے ان کی سلاطین
کے لئے اپنا ہنگامہ خالی کر دیا۔

کیشود ریاست جو ناگڈھ کا ایک چھوٹا سا قبضہ ہے جو ناگڈھ شہر سے
۲۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے چند ماہ قبل وہاں پر ایک ایروڈروم تعمیر
کیا گیا تھا۔ جو ناگڈھ کے پاکستان سے الحاق کے بعد P.T.A. کا پیش رو اور
انڈین نے ایک چھوٹے سے طیارے کے ذریعے کراچی اور کیشود کے درمیان
اپنی فضائی سروس کا آغاز کیا تھا۔

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء
۲۶ اگست ۱۹۴۷ء ۲۷ اگست ۱۹۴۷ء
۲۸ اگست ۱۹۴۷ء ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء
۳۰ اگست ۱۹۴۷ء ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء

نواب صاحب اپنی نجی ملکیت کے طور پر ایک کروڑ ۲۹ لاکھ ۱۳۷ ہزار
سات سو سات کی برطانوی ہند کی سیکورٹیز رضاعتیں، اپنے ساتھ کراچی لے گئے
تھے۔ جو ناگدھ سے ان کی روانگی کے فوراً بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک
آرڈیننس کے ذریعے ان سیکورٹیز کو گمشدہ ظاہر کیا اور رییزرو بینک آف انڈیا
کو اس کی تبادلہ ڈپلیکیٹ سیکورٹیز جاری کرنے کا اختیار دیا۔
اس کے ساتھ ہی رییزرو بینک آف انڈیا کی بٹنی برانچ میں ریاست
جو ناگدھ کی طرف سے بطور ڈپانٹ رکھی گئی سات لاکھ روپے کی رقم بھی ضبط
کر لی گئی۔

نواب صاحب کی کراچی روانگی کے بعد ۲۴ اکتوبر کو دیوان شہانواز
بھٹو نے قائد اعظم کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں تازہ ترین حالت کی رپورٹ
سے مطلع کیا گیا تھا۔ اس پیغام میں بتایا گیا تھا۔

ہندوؤں کی نفس نواب صاحب اور ان کے اہل خاندان کو جو ناگٹھ سے جانا پڑا۔ کیونکہ ہمارے نفعیہ ذرائع کی اصلاح کے مطابق ان کی جان اور عزت و فہرہ

یہ بزرگ مسئلہ باعزت طریقے سے سلجھ سکتا ہے۔ میرے لئے یہ نا ممکن ہے کہ میں وفادار رعایا کی مصیبتوں، تباہیوں اور غوریزی کا موجب بنوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے مطلق پرواہ نہیں کہ مجھ پر کیا گزندے گی۔ لیکن میں مزید ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ فوراً بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کر کے جونا گڑھ کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔" ۱۵

اس دوران نواب مہاراجت صاحبی نے کراچی سے شاہنواز بھٹو کو ایک پیغام بھیج کر انہیں حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیدیا۔

۱۵	جونا گڑھ صفحہ ۱۴۹ تا ۱۸۱۔ انٹیگریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳
۱۶	انٹیگریشن صفحہ ۱۴۲
۱۷	انٹیگریشن صفحہ ۱۴۳

رہنمائی کا فقدان

اس وقت قائد اعظم لاہور میں تھے۔ کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی وزیراعظم یاقوت علی خان اور ریاستی امور کے وزیر سردار عبدالرشید نشتر بھی اس وقت کشمیر اور دیگر اہم معاملات میں مصروف تھے۔ اس وقت کراچی میں وزارت ریاستی امور کے سیکرٹری جناب اکرام اللہ موجود تھے جو شاہنواز بھٹو کی کسی طرح بھی رہنمائی نہیں کر سکتے تھے۔ ان سب پیغامات کی آمد و رفت دیرا دل کی بندرگاہ میں سنگہ انداز ہر قسم کی جنگی صلاحیت سے محروم دو جہاز نوڈا اور گوداوری کے وائریس سیٹس کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ریاست جو ناگڈھ جو تین ماہ تک پاکستان سے متعلق رہیں۔ اس عرصہ کے دوران حکومت پاکستان کے کسی ایک وزیر، سیکرٹری یا اعلیٰ افسر نے ریاست جو ناگڈھ کا دورہ نہیں کیا تھا۔

مزید گاؤں پر قبضہ

عارضی حکومت کے رضا کاروں نے ۲۴ اکتوبر سے ۲ نومبر تک ریاست جو ناگڈھ کے دور افتادہ کل ۳۶ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران صرف دو گاؤں میں سندھی محافلوں نے ان کا جانا زما سے مقابلہ کیا۔

موٹی ہڑیاد (MOTI-HADIYAD) نامی گاؤں میں مامد محمد نامی ایک سندھی چوکیدار نے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ موٹی ہڑیاد گاؤں پر حیدر الہی کورٹ کے حملہ کیا گیا۔ وہاں کے سندھی چوکیدار مامد اور اس کے چھ ساتھیوں نے حملہ آوروں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک دونوں جانب سے گولیاں چلتی رہیں۔ آخر کار مامد ہار گئے۔

۲۴ جیل دستی صفحہ ۱۴۴

اور اس کا ایک ساتھی زخمی ہو گیا جبکہ باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ رات بھر دل نائی گاؤں میں کچھ سندھی کچے مکانات میں رہتے تھے۔ مافوق کے رضا کاروں نے جب گاؤں پر حملہ کیا تو وہاں رہنے والوں نے دیرپا سے ان کا مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں تین سندھی مارے گئے اور چند زخمی ہو گئے۔

بھاؤ نگر اور گامیکوڑ کی مخالفت

بجارت نے ریاست جو ناگڈھ کے ارد گرد اپنے فوجی دستے متعین کرنے کے علاوہ گامیکوڑ کی دیگر ریاستوں سے بھی فوجی دستے طلب کئے تھے۔ لیکن نوٹنگ کے سوا کسی بھی ریاست نے اپنے فوجی دستے اس کارروائی کے لئے نہیں بھیجے تھے۔ پھر بھی بھارتی افواج کے دستے یا عارضی حکومت کے رضا کار کسی بھارتیت کی حدود سے گزرتے تو ماسوائے بڑودا (BARODA) اور بھاؤ نگر کی ریاستوں کے کسی اور ریاست کے حکمران نے ان کی مخالفت کرنے کی جرات نہیں کی۔

عارضی حکومت کے رضا کاروں کو کوکا داؤ سے ریاست جو ناگڈھ کے ایک اور دور افتادہ گاؤں گادھکڑا (GADHAKADA) کی سمت جانے کے لئے گامیکوڑی اور بھاؤ نگر کی علاقوں سے گزرتا تھا۔ عارضی حکومت نے بڑودا اور بھاؤ نگر کے مہاراجاؤں کو اپنے ارادے کی پیشگی اطلاع بھیجی کہ ان کی اجازت طلب کی لیکن اجازت ملنے سے قبل ہی اس کے رضا کاروں نے کوچ کر دیا۔ ان رضا کاروں کے ٹرک راہ میں جب گامیکوڑی شہر امروہل (AMROH) پہنچے تو انہیں روکنے کی کوشش کی گئی لیکن ان رضا کاروں نے اس کی پروا کئے بغیر

۲۲ لوک کرانتی صفحہ ۳۱۳۳ اگن وارا صفحہ ۲۹

۲۳ لوک کرانتی صفحہ ۳۸

ہائیڈرو جیورج میں بھاؤ نگر کی وجہ سے جھوٹے کے تھکاؤ کے بعد تھکاؤ کر لیا۔
 اس کے بعد کچھ رضا کار سب واپس جا رہے تھے۔ تب راہ میں بھاؤ نگر
 کی پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس واقعے سے بہت جیل میں بھی بھاؤ نگر
 کے دیوان اننت رائے پٹھی (ANANTAL PATHI) کو فوراً راجکوٹ طلب کیا گیا۔
 اور ان پر دباؤ کے ذریعے ان رضا کاروں کو دبا کر لیا گیا۔
 سر دیا پٹھی نے اس کے فوراً بعد اننت رائے پٹھی کو بھاؤ نگر کے دیوان
 کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ برودہ کے تھاکرے پر تپاب سنگھ رائے
 (PRATAP SINGH RAO) لکھنؤ اڑے یہ اور ایسے ہی دیگر کاروائیوں
 کی وجہ سے کچھ عرصے کے بعد بدلہ لیا گیا۔

”مجاہد“ کا جہاد

ریاست جونا گڑھ کی اقتصادی ناکہ بندی ہونے کے بعد ہجرات اور
 کاٹھیا واڑ سے جرحند مسلم اخبارات و جرائد شائع ہوتے تھے۔ ان تمام پر ریاست
 میں آمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بڑی تعداد میں شائع ہونے والے ہندو
 ملکیت کے اخبارات و جرائد اور ابلاغ عامہ کے دیگر ذرائع جسے زور و شور
 سے مخالفانہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے اس تقار خزانے میں جو سب مانڈیا صرف
 ایک شہنشاہی کے کر کوڈ پڑے اور پاکستان کی حمایت کا صودھ چھوٹنے لگے۔
 اس شہنشاہی کا نام تھا ”مجاہد“ انہوں نے جونا گڑھ سے ہر دوسرے روز شائع
 ہونے والا ایک چھوٹا اخبار شروع کر دیا۔ ریاست جونا گڑھ سے باہر بھی
 جانے والی ”مجاہد“ کی نقلیں تو ریاست کی سرحد ختم ہوتے ہی جیتل سر
 (JITALSAR) جکشن پر نذر آتش کر دی جاتی تھیں لیکن ریاست کے

اندر اس کی بڑی کچیت تھی۔ اس اخبار میں مانڈیا اخباری حکومت سکھ دیگنڈہ
 اور سازشوں کو اپنے کاٹ دار اور ٹیکے لہجہ میں بے نقاب کر سکتے تھے اور پاکستان
 کی حمایت میں پڑ زور پروپیگنڈہ سے عوام کے حوصلے جنم رکھنے تھے۔
 ”مجاہد“ مانڈیا کا نجی اخبار تھا اس کے باوجود بھی اس کے پاکستان
 کی حمایت میں پڑ زور پروپیگنڈہ کے باعث اس کو حکومت پاکستان کا اخبار
 سمجھا جاتا تھا۔

سقوط جونا گڑھ

مانگروں میں بھارتی بحریہ

زبیر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں جونا گڑھ اور کشمیر دونوں محاذوں پر چند اہم اور تیز رفتار واقعات رونما ہوئے کشمیر میں وادی سرگرمیوں میں داخل ہونے کے وقت پر واقع ہوا مولا کے نزدیک بھارتی افواج نے قبائلیوں کی دشمنانہ دیکھائی ان کے ساتھ ہی کشمیر کے شمالی علاقے ٹھٹک پر وادی کی پرمیں اور اسکاتوں میں نیم فوجی افواج نے قبضہ کر لیا۔ دوسری جانب کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج نے چند دیگر ایسے علاقوں پر قبضہ کر لیا جن پر سولہ انوں کی حکومت تھی۔ ریاست جونا گڑھ کی مغرب میں سمور کے کنارے مانگروں نامی ایک چھوٹی مسلم ریاست واقع تھی جس کی بنیاد پانچ دھادہ دیوں سے چلے رکھی گئی تھی۔ وہی دور حکومت کے بعد ان کوئی دہائیوں سے حکومت مانگروں کے چند اعلیٰ عہدہ داروں کی انتہائی جونا گڑھ کے ماتحت تھے۔ مانگروں کے حاکم مغربی سرحد پر انہوں نے نظریں نہ تھے۔ مانگروں کے حاکم شیخ نصیر الدین نے جونا گڑھ کے سرحدی انتظامات کی طرف سے کوئی پروا نہ کیا۔ اس کے بعد وہی بی بی میمن نے جونا گڑھ

پہنچے تو انہوں نے شیخ نصیر الدین کو بھی ملائکت کے لئے راہ جگت طلب کیا مانگروں سے راہ جگت تک پہنچنے کا راستہ جونا گڑھ کے علاقے سے گزرتا تھا شیخ نصیر الدین نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا۔ لہذا امین نے انہیں مانگروں سے راہ جگت ہٹانے کے لئے ریاست مانگروں کی گاڑی بھیجی۔ شیخ نصیر الدین نے راہ جگت پہنچ کر اپنی ریاست مانگروں کے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

واپس میں شیخ نصیر الدین جونا گڑھ آئے اس وقت ریاست جونا گڑھ کے رہنماؤں نے انہیں اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے کسٹم کے لئے سمجھایا۔ نتیجہ انہوں نے اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق مسترد کرنے کا فیصلہ عام کر دیا۔ بھارتی حکومت نے اس الحاق کو مسترد کرنے سے انکار کر دیا۔

بعد ازاں کشمیر میں جنگ کی ابتدا ہوئی اس سے وچپیش اچھلے قبل میں ۲۱ اکتوبر کو بھارتی ڈیفنس فوج نے مانگروں اور باہریا واڈ پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس قبضہ کی حکمت عملی کو بھارتی کابینہ نے ۲۵ اکتوبر کو منظور کر دیا۔

اس کے بعد یلیم نویر کو بھارت نے مانگروں پر قبضہ کر لیا۔ بھارت نے مانگروں پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں اپنی بڑی فوج کی بھرتی مری بیشہ کے استعمال کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بھارت کے ساتھ الحاق کے بعد ریاست پور بندر سے مانگروں کی طرف جہازے ہوئے ماہ میں ایک ایسا ٹھٹک علاقہ واقع تھا جو سمندر کے چلا جاتا تھا اور جس کی ملکیت کے لئے پور بندر اور جونا گڑھ دونوں دعویدار تھے اور بھارت اس وقت اپنی افواج جونا گڑھ میں نہیں چاہتا تھا۔

بھارت نے مانگروں پر قبضہ کرنے کے لئے دو جنگی جہاز بھیجے۔ ان کے ساتھ لینڈنگ کرافٹ کے ذریعہ بحری جوان کن سے پراگندہ گئے کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی۔

قبضہ کے فوراً بعد مانگروں کے دیوانہ الطاف حسین صاحب دیوان

۱۔ اعلیٰ کریشن صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۵

۲۔ اعلیٰ کریشن صفحہ ۱۳۴

ہم القادس لکھنؤ میں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے بھائی و بھانجے کے ساتھ
 جس کے ساتھ وہ رہا۔ اس کے بعد وہ بھی وہاں سے نکلتے ہوئے تھے۔

پاپیہ واد پر قبضہ

پاپیہ واد کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 (پاپیہ واد کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے)
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

اس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

پاپیہ واد پر قبضہ

پاپیہ واد کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

اس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

اس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

گلگت میں بغاوت

پاپیہ واد کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

۱۰۲ گاؤں پر قبضہ

اس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

پاپیہ واد پر قبضہ

پاپیہ واد کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے
 جس کے لیے اس مقام پر پاپیہ واد کے علاقے کے لیے

میں تھے۔ بعد ازاں اس کو ضبط کر لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی وزارت خارجہ
نے جوہر کو بھارت کی سرکشت گردی کے طور پر تسلیم کیا تھا۔
لیکن ان حالات میں شہر کو انہیں بھیج کر دیا گیا کہ وہ اپنے اس سلسلے میں حکومت پاکستان
کو جاننے کے لیے اس قسم کی بہتری کو مکمل فقدان تھا۔

کتیباہ پر حملے کی بیماریاں

بہت سے ناگزیر میں کتیباہ شمال، طلوع، بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ شمال کا
بڑا شہر کتیباہ نہایت ہی جوانی کا شہر کے بعد سب سے بڑا شہر ہے۔ کتیباہ
یعنی بے صواب دولت کے ملک مسلمانوں کی حالت بدلتی۔ کتیباہ کے دو تہائی حصے
مسلم ہیں۔ وہاں جو کچھ کھول دے کے عقیقت دیکھیں گے۔ کتیباہ
میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اور مرکز کوئی تھا تو وہ کتیباہ تھا۔
کتیباہ کی آبادی اس وقت تقریباً ۲۵ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ چار یا پانچ ہزار
عوام کو بھیج کر رہتی تھیں۔ کتیباہ کی زمین میں سیڑیوں کی تہ اور تقریباً ۱۵۰
ہزار نفوس کے قیام اور ہر چاروں کی سڑکیں پر اس کی ہر حال کے کار
کے ساتھ ہی کتیباہ کے قرب و جوار کے گاؤں اور شہر مسلمانوں نے کتیباہ پہنچ
رہے تھے۔ شہر کے مسلمانوں نے ان کو بھیج کر دیا کہ لے آئیں۔ ریاست کتیباہ
تشکیل دی اس کے سیکرٹری جنرل جناب قمر علی خان تھے۔

بھارتی قوتوں نے کتیباہ میں اس وقت پانچ سو کے پیشوا ۱۶۵
کی تقریبی تعداد ۱۱۰۰ سب سے بڑے شہر پر قبضہ کرنے کے لیے ان کے متعلق
کے لیے "لوک سیریا" نے تقریباً ایک ہزار مسلح افراد کا ایک لشکر تیار کیا تھا۔
ان کے لیے تین اطراف میں حدود و پستی و اونچائی تھیں۔ جوہر شہر کے

۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲

؟ غارتگر ہندوؤں کی حالت ناگوار ہو گئی۔ جوہر کو بھارت کی سرکشت گردی
کا جواب تھا۔ انہوں نے کتیباہ کے اسٹیشن "سراوا" (SARAWA) پر حملے کو پیش کیا
ایک اور حملہ۔ یہاں ان کے حملے کاٹا گیا۔ کتیباہ کے ایکسپریس سے ان کو روک دیا
وہیں کہ جوہر شہر کو دیا گیا تھا۔

کتیباہ شہر کے اندر دو علاقوں کو روک کر دیا گیا۔ ان تمام واقعات کو
دیکھ کر کتیباہ کے مسلمانوں کا درد و غم مسلسل بڑھ رہا تھا۔ ان حالات میں جوہر
کی شب بھر کی سب سے بڑی کوریج ناگزیر کا کٹر وول بھارتی انوائسٹ سبھال
لیا ہے۔ کتیباہ کے مسلمانوں نے اس کی کیا کہ عادی حکومت کی "لوک سیریا" کے
کے حملوں کا رد عمل کیا ہے انہوں نے کچھ سوچ کر اس کا
یعنی، کتیباہ میں ۱۰۰ ہزار کو دیکھ کر ان کے موقع پر کیا کتیباہ پر شہر کا
کا آغاز کر دیا گیا۔

لوک سیریا کے رہنماؤں کو جوہر کی شب ہی ۱۰ غیر ملکی کوریج سبھال
نے بھارتی پوریج سے پناہ دے کر لی ہے۔ اس کی بھی وقت بھاری ڈالنے کا بیان
ہوتا ہے اس کے باوجود بھی کتیباہ پر حملے کے ہر کام میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں
کیا گیا تھا۔

انجمن مسلمین جوہر کی شب کو بھارتی قوتوں کا ایک دستہ کتیباہ پہنچا اور
حکومت کے رہنماؤں کو تیار کر دیا۔ ان کی اطلاعات کی درخواست قبول کر لی گئی
اور سب سے پہلے ان کا انتظام سبھال لیتے ہیں۔ عادی حکومت کے رہنماؤں نے ان کے
ساتھ ملاقات کے بعد جس کے بعد کتیباہ کا نام ان کے نام کی رکھا
عادی حکومت کے پاس ہی رہے گا۔

۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳

مظاہر ان کا افسانہ ریاست میں ان کے گھر کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی
 کے ساتھ چلے گئے تھے کہ وہ ان کے گھر کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی
 کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی
 کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی کی طرف سے ایک سڑک اور ایک پتھر کی چوٹی

فرمانی جون گڑھ کے آخری ایام

اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں
 ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا
 جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا
 "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔
 اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں
 ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا
 جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا
 "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔
 اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں
 ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا
 جس کا نام تھا "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا
 "نیا دور"۔ اس وقت ریاست میں ایک نیا دور تھا جس کا نام تھا "نیا دور"۔

۱۹۴۷ء
 ۱۹۴۸ء
 ۱۹۴۹ء



ہی اور ان سے بھی مذاکرات کئے گئے۔

ماؤنٹ بیٹن سے پردہ پوشی

اس دوران لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھتیجے لیفٹیننٹ فلپ (LEUT. PHILLIP) کی شادی برطانیہ کی شہزادی الائبہ سے ہونے والی تھی اور ماؤنٹ بیٹن اس میں شرکت کے لئے لاہور کو دہلی سے لندن روانہ ہونے والے تھے۔ نومبر کو وہ پکڑائی راج گوپال چاریہ (CHAKRAVARTY RAJGOPAL ACHARYA) کو قائم مقام گورنر جنرل کا چارج دینے کے موقع پر انہوں نے نومبر کی شب ایک عشاء پر اہتمام کیا تھا۔

نومبر کو رات کے پچھلے پر حکومت بھارت سے ریاست جونا گڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کی موجودہ درخواست کی گئی تھی۔ ان پر نہرو، پٹیل اور مینن تقریباً چھ تک گفت و شنید کرنے کے بعد اس درخواست کو قبول کرنے کا اہم بھارتی افواج کے ذریعے جونا گڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن اس سلسلے میں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے مکمل طور پر پردہ پوشی کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت بھارت کے کسی اہم فیصلے کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کو پیشگی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

ریاست جونا گڑھ پر فوجی قبضہ کرنے کے فیصلے کی اطلاع ماؤنٹ بیٹن کو لاہور کو دن ڈھیلے مل گئی۔ عشاء کے موقع پر انہوں نے پٹیل، نہرو کے دوہرے ایجنے کوئی قبضے کا پسند اختیار کیا۔ اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو لکھنا ایک مراسلہ بھیجیں کہ اطلاع دیں کہ قبضہ صرف برطانوی فوج کا ہے نہ کہ کسی دوسرے ملک کے فوجیوں کی مدد سے کیا گیا ہے۔

ان ہدایات کے مطابق میونسپلٹی نے ایک تہہ کا مضمون تیار کیا اور اسے سرحد پٹیل کو دکھانے کے لئے لے گئے پٹیل اس قسم کا تہہ کو منظور ہی دینے کے لئے یہ شرط رکھی کہ اس تہہ میں سے وہ تمام الفاظ نکال دیئے جائیں جو پاکستان سے دوستانہ ظاہر کرتے ہوں۔ پٹیل نے مشل جونا گڑھ کا رائل عامر کے ذریعے حل کرنے کے ارادے کے اظہار کی بھی مخالفت کی تھی لیکن بعد میں میان کے بھائی نے بھائی پر وہ اس کے لئے رضامند ہو گئے۔

اتفاقاً اسی روز یعنی نومبر کو پاکستان کے وزیر داخلہ سردار عبدالرشید نے لاہور میں جونا گڑھ کے مسئلے میں مذاکرات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے انہوں نے ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور پٹیل کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور بعد شام اور چند دیگر مسائل پر بات چیت کی۔ اسی روز دہلی میں اطلاع ملی کہ بھارتی افواج نے لاہور میں سرکار کے دفتر کے نزدیک واقع ہاؤس نمبر ۱۰ دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔

قبضہ سنبھال لینے کی درخواست

دوسری جانب شاہ جواڑ بھوتہ کا قبضہ دارانہ کے رجسٹر میں نام لکھنے کے نام نومبر کو حسب ذیل مراسلہ تیار کیا۔

نومبر کو اسٹیٹ کونسل کے سینئر ممبر جیمز ہاروے جونز، لاہور میں گاندھی سے گفت و شنید کے بعد کہ تھوڑے دنوں میں اسٹیٹ کونسل کے طور کرنے کے لئے اپنے ساتھ آئے۔ کونسل ان شہزادوں کو احتجاج کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار رہے لیکن آخری فیصلے سے خواہش اس کا رد عمل کو مطلع کرنے سے قبل یہ فیصلہ ہی کیا گیا کہ تمام کے سرحدہ لائنوں سے بھی مدد سے معلوم کر لیا جائے چنانچہ اسی نام ان کی ایک کاپی منسلک کی اور جلد لائنوں کے فیصلے کے بعد ہی اس نام کے

تکلیف پائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حکومت کے باجوں کے ساتھ ساتھ
 عورتوں پر بھی اس کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے
 وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔
 ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے
 وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔

آخری نیکی گرام

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ حکومت نے پاکستان کو جو
 نیکی گرام دی ہے وہ ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ آخری نیکی گرام ان کی جانب سے
 ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔

ان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حکومت نے پاکستان کو جو
 نیکی گرام دی ہے وہ ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ آخری نیکی گرام ان کی جانب سے
 ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔

۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳

بھوک کی روانگی

یہ بھوک بھوک کے وقت ہے۔ چروہا اول سے حیرت کے سیکرٹری کی جانب
 آخری نیکی گرام ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ آخری نیکی گرام ان کی جانب سے
 ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔

ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے
 وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔

آخری کارروائی

کرنل کی وہ نیکی گرام ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ آخری نیکی گرام ان کی جانب سے
 ان کی جانب سے سب سے زیادہ ہے۔ ان کے لئے جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ ان کے لئے بہت کم ہے۔

جی ہواں پہلو کر پائی رہ گئی تھی اور انہوں نے خواب بابت غائبی سے ملاقات کر کے انہیں
 ریاست کے حالات کی سنجیدگی سے آگاہ کیا۔ خواب مناسب نے ویرا دل کی بندہ گام
 پر غور انداز "طرحا" اور گمراہی کے دائرہ میں کی معرفت پر پیام بھیجا۔
 "ہیں اپنے عوام کی غور گیری نہیں چاہتا ریاست جو ناگذاہ کو احتجاج کیا تو
 بھارت گمراہی کے سر رکھ دیا جائے۔"

یہ پیغام ویرا دل سے بڑی بوجھ غوری طور پر جونا گڑھ پہنچا یا گیا تھیک
 کے پاس اب معرفت ایک ہی کام رہ گیا تھا۔ وہ کام شاہنواز جٹ کے کراچی روانہ ہونے
 سے پہلے پٹنم گج کے نام لکھے خط کو منظوری دینا تھا۔

اس کے بعد مشر بارہ سے جوڑ اور جناب عبدالحمید خاں نقوی نے منسرووری
 دستاویزات تیار کیے اور اس پر تیشک میں موجود تمام شرکار کے دستخط لکھے۔ بعد میں
 مشر بارہ سے پٹنم اور ریاست کو لے کر راجکوٹ روانہ ہو گئے۔
 اس کے ساتھ ہی وائی طائرانی کی آفری تیشک ختم ہوئی اور تمام غائب گمان اپنے
 مستقبل کی فکر و تشویش دل میں لئے منتشر ہو گئے۔

۹ نومبر کی شام

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارت کے فوجی دستے تیشکوں کے ساتھ گمراہ
 دروازے سے جونا گڑھ شہر میں داخل ہوئے اس سے قبل بھارتی فوجیوں کے
 چند قبائلیہ خبر کی تصدیق چکر رہ گئے تھے۔ سب سے پہلی تیشک پر ستر
 بارہ سے لڑنے کے بعد مشر پٹنم چنگور کا تھپو بونڈ کے لئے بھارتی فوج کے کمانڈر
 بریگیڈیئر راجو دیاں سنگھ سوار تھے۔ فوجی دستوں کے ساتھ شاہنواز اس کو لے کر
 دھبیر محل گئے۔ دروازے کے نزدیک ریاست کے بارک سیکرٹری مشر میں
 گمراہ نے ریاست جونا گڑھ کو باہر سے خبر پر مشتمل پتیکے کے سر رکھ دیے۔
 ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء - میرا دل صوفیہ ۱۱۰

اس روز پوسٹ شہر میں تہوار کا سماں تھا لیکن مسلمانوں کی دکانیں بند
 تھیں اور مسلم محلے ویران نظر آتے تھے۔ ۲۳

اس شب اور اگلے روز ریاست کے تمام سپاہیوں نے اسلحے لیا گیا اور
 ریاست کے گوشہ فغان اور جہاں جہاں قبضہ اشیاء تھیں، ان تمام مقامات کو سیل کر دیا
 گیا۔ ۲۴

نہرو۔ لیاقت پٹیل کی راز

جونا گڑھ پر قبضہ کے ساتھ ہی پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو یہ تاہم بھیجا۔
 "حکومت بھارت نے مکمل پراسن کو روکنے کے لئے وکوان سرشاہنواز کی درخواست
 قبول کر لی ہے لیکن حکومت بھارت یہ انتظام جاری رکھنا نہیں چاہتی اور جونا گڑھ کے
 عوام کی خواہش کے مطابق اس مسئلہ کا فوری حل تلاش کرنا چاہتا ہے ہم جونا گڑھ سے
 متعلق مسائل کے بارے میں پاکستان کے غائب گمان سے جلد از جلد مذاکرات کرنے کے لئے
 تیار ہیں۔ ۲۵

"نومبر کو لیاقت علی خان نے اس تاہم کا جواب بھیجا۔

"جونا گڑھ کے پاکستان سے اتحادہ الحاق کرنے کی وجہ سے وہاں باغی
 فوجی بھارت کے ساتھ اس سلسلے میں کوئی بھی ہنگامی یا مستقل سمجھوتہ نہیں کر سکے
 پاکستان کا منظوری کے بغیر ایک اس کو مطلع سکے بغیر ریاست جونا گڑھ میں افواج بھیجے
 کی اور اس کا انتظام سنبھالنے کی سہولت پاکستان سرزمین میں افواجی قوانین کی
 سرعام خلاف ورزی ہے۔ وہ فوجی دستے کے فائدہ گمان کی تیشک میں پاکستان
 عرفی فوجی شرط پر موجود رہ سکتا ہے کہ ریاست سے بھارتی افواج فوجی چھا دی

۲۵	۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء
۲۶	۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء
۲۷	۱۲ نومبر ۱۹۴۷ء

جائیں۔ نواب کی حکومت کو دوبارہ بحال کیا جائے اور ریاست کے اندر اور باہر
حسب معمول حالات دوبارہ قائم کئے جائیں اور عارضی حکومت کی سرگرمیاں بند کر
دی جائیں۔

اس دوران صہتا گاندھی نے دوبارہ اپنی ایک پراختیاء سبھا میں فرمایا۔
"فہادت میں شائع ہونے والی خبروں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس میں
بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی یا حکومت بھارت سے جو ناگوارہ پر قیغہ کیا۔ اس
میں چڑھائی نہیں کوئی بات نظر نہیں آتی۔ مجھے لگتا ہے کہ جو ناگوارہ کی رعایا کی جانب
کی جانب سے عارضی حکومت کی بھڑک چال کے بارے میں کوئی غیر قانونی بات نہیں لے
اس پر۔ سے معاملے کے بارے میں کوئی بھی بات غیر قانونی محسوس نہیں ہوتی۔"

بھارتی مسلمان گنہگار ہیں

جو ناگوارہ کے مشن فتح میں شامل ہونے کے لئے دلہ بھائی پٹیل ۱۳ نومبر کو
جو ناگوارہ پہنچے۔ اس سے ایک روز قبل انہوں نے راجکوت میں ایک بڑے جلسہ عام
سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت میں ایک پُر زور تقریر کی۔ اس تقریر
میں انہوں نے بھارت میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو تنبیہ کی۔

"ہمیں پاکستان نہ پہنچنے والے ۴ کروڑ مسلمانوں کا خیال کرنا ہے۔ ہاں۔ انہوں
نے پاکستان پیدا کرنے کا حق دیا ہے۔ لیکن وہ کیسے اس حالت میں پہنچ سکے ہیں۔
جس سے خیال میں ان کی اذیت کو دور کرنے کا صحیح علاج تو پاکستان میں ہے۔ لیکن
پاکستان کے حکمران ہندو میں حرکات کرتے ہیں۔"

اب ہند کے سلطان نے علیحدہ حقوق اور مراعات کا مطالبہ کریں گے تو ایسا مطالبہ
ان کی دعاؤں کو مسترد کر دیا جائے گا اور نتیجتاً ان کو ہی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۵ء ۱۵۶ ۲۵۷ لوک کراسی صفحہ ۶۰

۱۵ اگست ۱۹۴۵ء صفحہ ۶۰

سر دار پٹیل کی دھمکیاں

سالو مہر کو سر دار پٹیل، شاہرواسی گاندھی، مہام دیگ و جے سنگھ اور دیگر
رہنماؤں کی جو ناگوارہ آمد ہوئی۔ جو ناگوارہ کے ہندو عوام کی جانب سے ان کا شاندار
استقبال کیا گیا۔ بہادر الدین لال کے وسیع اعلیٰ میں ایک بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔
شاہرواسی گاندھی نے اس وقت اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا۔

جو ناگوارہ کی فتح کا نام ترسہرا صرف سر دار پٹیل کے سر ہے۔ انہوں نے ہندو
پر میری دھمکی کی ہے اور ہر قسم کی امداد دی ہے۔

شاہرواسی گاندھی نے وہ طوار جزا نہیں لیں۔ میں دی گئی سر دار پٹیل کے قتل
میں رکھ دی اور کہا

"عارضی حکومت کا کام مکمل ہونے کی وجہ سے یہ طوار آپ کے قتل میں رکھنا ہوں۔
سر دار پٹیل نے اس جلسہ میں کہا کہ ریاست جو ناگوارہ کی گتہا گتہا سے الٹی کرنا
جیسا بھارت کے ساتھ یہ طے کرتے کے لئے ہم جلد ہی اسے عام کا انجام کریں گے
انہوں نے مزید کہا۔

جو ناگوارہ کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے یا بھارت کے ساتھ اس کا فیصلہ لیا
اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جن کو بھارت کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ اپنے ساتھ اور
اٹھیں۔ دشمن ملزمہ ہندو گئے اب ان کو پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ ملزمہ
اوپر کریں۔ ایک بھی ملزمہ ہندو ہوا یہ ہے اسے عام۔

سر دار پٹیل نے مزید کہا کہ جو ناگوارہ کے مسلمان کو اب بھی پاکستان کی دوستی
کا شوق ہو تو وہ نواب کی طرف سے پاکستان پہلے جائیگی۔ جان ان کے لئے کوئی جگہ نہیں
جن کو اب بھی پاکستان کی فکر ہو۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ تم کو تیار سے مال و نواب
کے ساتھ پانچ پانچ روپے وکٹوریات اچھی ۱۱ لاکھ۔ تم اچھی اور اسی وقت
پاکستان چلے جاؤ۔

انہوں نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں میمن براوری کا واسطہ ڈکڑے پرے
انہیں دھکیلی دی۔

”جس جانتا ہوں کہ میمنوں اور خوجوں نے مسلم لیگ کو بھرپور مدد کی ہے میں
ان سے کہوں گا کہ جتنی جوتی باتیں بھول جاؤ اور تمہارے پاس جو اسلحہ ہے اسے
ہمارے سپرد کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اس کے نتائج تمہیں کو بھگتنے پڑیں گے۔
سربراہ پیشیل نے اسی تقریر میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کو ہر بار دھکار
دھکیلی دی تھی۔

”بہیں کسی کے ساتھ لڑنا نہیں ہے۔ ہمیں سب شکوں کے ساتھ امن و امان
ہے۔ چاہے پاکستان کو لڑنے کا جوڑی ملے جو تو وہ دھکے ہم نے تو اس شیلے پر ٹھکلی
ٹوسے لگے کہ ایک ہند میں ۴ کروڑ مسلمان ہیں، ان ۴ کروڑ مسلمانوں کا پاکستان کا
نیال۔ کھن پانچے سرتا۔

امداد دینے کے اسباب

حکومت پاکستان جو نالگڑہ کے معاملے میں کن و جماعت کی بناء پر کوئی امداد
بھیجنے سے قاصر رہی تھی؟

پاکستان اس وقت جو نالگڑہ کی حفاظت کرنے کے عزم و جدت سے نوازا گیا تھا
تھا اس کی نواہی کی اس قدر تکلیف نہیں ہوئی تھی کہ پہلے پر مہاجرین کی ہجرت سے
خارج کو بیٹے ہلے مسائل کو سامنا تھا۔ بھرم اور ڈھٹائی پر اس کے نام تھے۔

”حکومت پاکستان جو نالگڑہ کے پاس فوج اور پی پی سی کو بھیج کر اس کے ساتھ
کے ساتھ جیو دھڑکے جانب بھرتی کی گئی تھی اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ اس کے
”نہیں تھے۔ یہ سب باتیں تھیں۔ یہ سب باتیں تھیں۔ یہ سب باتیں تھیں۔ یہ سب باتیں تھیں۔

پاکستان کی حکومت

پاکستان کی حکومت

اس کے مقابلے میں پاکستان بڑی تعداد میں اپنی افواج بھیجے کہ حالت میں رہتا
ان تمام اسباب کے علاوہ کئی اور اسباب بھی تھے۔ اپنے عوام پر بھی۔ اور اس کے کسی
بھی وقت پاکستان کی سرحد میں ملک پہنچ کر پورے ملک کو اپنی ہیبت میں لیے گا۔ یہ
فطرت تھا۔ اس وجہ سے حکومت کی تمام تر فوج پر کشمیر کی طرف مٹی ہوئی تھی۔ نیز اس
وقت پاکستان کے سامنے اس کے اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے والے سنگین
اتحادی اور دیگر مسائل بھی حل طلب تھے۔ حکومت پاکستان ان تمام اسباب کی بناء
اس وقت جو نالگڑہ کی جانب کالی توجہ نہیں دے سکی تھی۔

اس کے باوجود ریاست جو نالگڑہ کی جانب پاکستان کی بے توجہی کا سب سے
بڑا سبب پاکستان کے وزیر خارجہ جیو مہدی ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ کی سلامتی
کونسل کے خصوصی سیشن کے ایک اجلاس میں اپنی تقریر میں اس طرح بتایا تھا۔
”پاکستان نے جو نالگڑہ میں اپنی کوئی فوج نہیں بھیجی تھی حالانکہ اس کو ایسا کرنے
کا مکمل حق تھا۔ جو نالگڑہ نے پاکستان کے ساتھ اعلان کیا تھا عدالتی کی شرط
میں دلائل شامل سے پاکستان ریاست جو نالگڑہ کا دلائل کرنے کا پابند ہے کہ افواج
کہتے ہیں کہ پاکستان نے اس وقت اپنا فوج جو نالگڑہ میں نہ بھیج کر غلطی کی ہے۔ یہ سب
جانب پر فوجی بات ہے کہ اگر پاکستان نے جو نالگڑہ میں اپنی افواج بھیج دی تھیں تو پاکستان
اور بھارت کے اعلیٰ افسان کے درمیان واسطہ تھا۔ اس میں ہندو اور دونوں ملکوں کے
درمیان جنگ شروع ہو جاتی۔

”اس لیے اس طرح کی سیاست جو نالگڑہ پر سوا پانچ سال پہلے مسلم حکومت کا اور
دی گئی تھی کہ وہ سب اس طرح کی کا وہ ختم ہو گیا۔

پاکستان کی حکومت

کیتانہ اور بانٹوا کی تباہی

عارضی حکومت کا کلنگ

جوانگشہر پر قبضہ کے بعد مبین برادری کے دو بڑے دو متحدہ شہر ہونے لگے اور بانٹوا میں وسیع پیمانے پر جو لوٹ مار کی گئی تھی، اس کے بارے میں بھارت کے نوٹیفکیشن کی تصانیف میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ پھر بھی حکومت ہند کے وزارت، راستہ امور کے خاص افسر مروری۔ پی۔ مینن کے قلم سے اسے اسے عطا فرما دیا گیا ہے۔

کیتانہ میں عارضی حکومت کے آدمیوں کا کافی سامنا کیا گیا تھا اور جس کے بدلے میں انہوں نے کچھ لوٹ مار کی تھی اور آگ و دہاڑی تھی۔ عارضی حکومت کے جوئی طور پر اپنے برتاؤ اور نظم و ضبط سے ہم یہ کہنا نہیں رہا کہ ان کا برتاؤ صرف دھمک ہے۔

دوسری جانب ایک جہاد کے مصنف نے کہا کہ ہم کو ایسی باتیں نہ کہیں جو ہمیں ہرگز نہ مل سکیں۔ اس کی گواہی ملتی ہے۔

۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان کے دور میں ہندو و مسلمانوں کی تباہی کے زیادہ تر مبین افراد پاکستان پہنچ گئے۔

کیتانہ کی عارضی حکومت کے نام پر کلنگ، لکھنے والے کوئی سے واقفانہ تھے اور بانٹوا کے خیر خواہوں میں صرف چند ہی وہ لوگ تھے جو ان کے ساتھ تھے۔ کیتانہ کے لوگ ان کے تعلق کے لیے جوئے کا کوئی اشارہ نہیں دیکھتے تھے۔ کرم اور پی۔ کیپ۔ نئی اسلامی حکومت کی تخلیق میں انہوں نے جو کچھ تعاون کیا تھا، اس پر انہیں اطمینان تھا۔ علامہ اعظم اور لیگت علی خان نے بھارت میں مسلمانوں کے مسائل کو بھارت کا دفاتر شہری بن کر سنبھالنے کی تلقین کی تھی۔ کیتانہ اور بانٹوا کے بھارت میں بھارت کے مشن آزادی میں مسلمان، اہل تشیع سب سے تھے۔ چونکہ انہوں نے عارضی حکومت کے قبضہ، مبینوں کو سردار پیل کی دشمنی اور کیتانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار کے ان کی سماجی اور مذہبی سرگرمیاں پہلے کی طرح براہِ جاری ہیں اور مستحقین کی فلاحی ٹیموں کے لیے چند سے ہیں جس کے بارے میں تھے۔ انہوں نے بھارت کے دوسرے علاقوں کے پاکستان پہنچنے والے مہاجرین کی امداد کے لئے کراچی میں شروع کی تھی۔ علامہ اعظم، پیپ فٹ میں بھی کوئی فرقانے بھول گئے تھے۔

بانٹوا میں جھنڈا وندن اور مبینی سر جتندی

بانٹوا میں جہاد کے پرچم کا باب سے انہوں نے ۱۹۴۷ء کے آخر میں جھنڈا کھینچ کر لیا تھا۔ جہاد کے حکام نے بانٹوا کے ایڈمنسٹریٹر سے وعدہ کر دیا تھا کہ ان کے لئے

۱۱۳

انٹو کی کمزوریت سببوں پر مشتمل تھی۔ یہ اکثریت پاکستان کی بڑی حامی تھی۔ اس کے باوجود بانٹو اگرچہ وہاں کی کوئی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی حقیقت یہ تھی کہ مبینہ کابروں کے صدر دفاتر میں ہتھیار (میں) اور حساب نویس رکاوٹیں بند ہو چکی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حجام و نانائی، لودار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔ اسی کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹو کی فضا، بگڑنے لگی اور کشیدگی بڑھنے لگی۔ ریاست جونگ پور میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے مافیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں بھنڈا وندن (پرچم کٹائی) کے واقعے نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔

جونگ پور پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹو میں ہندوؤں کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے اور راتے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو برا سال کیا گیا۔ جلوس کے بعد جیل کے قریبی میدان میں "بھنڈا وندن" (پرچم کٹائی) کی تقریب منعقد کی گئی۔ اسی موقع پر شہر کے متعدد زمین رہنماؤں کو مارا گیا اور انہیں بھارتی بھنڈے کو ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔

سفید ریش بزرگ سید حسین قاسم دادا نے بھنڈے کے سامنے سر جھکانے کے خلاف انکار کر دیا۔ انہوں نے بلا خوف کہا "ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر صرف خدا کے واسطے ہی جھکا سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں" حسین سید نے جواب سن کر ایک سکے سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے اپنی بندول تان لی۔ لیکن اس کے بلیں دبانے سے پہلے مسٹر جی نے مداخلت کر کے اُسے روک دیا۔

حسین سید کے اسی جواب سے تقریب پر سناٹا چھا گیا۔ دیگر مسلمان بھی ثابت قدم رہے کسی نے بھی بھنڈے کو "نہن" (سلام) نہیں کیا اور تقریب ختم ہو گئی۔

بانٹو کی لوٹ اور مہینوں کی ہجرت

کچھ دنوں بعد ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عید الاضحیٰ کا موقع آیا۔ اسی وقت تک ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹو کے مسلمان فنانسیر اور کارکنوں کے لئے عید گاہ تک بھی نہ گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں کی مسجد میں عید ادا کی۔ ۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو جونگ پور پر بھارتی قبضہ ہونے کے اگلے روز کشیدہ فضا خوریزی اور لوٹ مار کی گئی اسی کے ساتھ بانٹو کے اطراف میں واقع گاؤں کے باشندے مہینوں کے اس مشہور دولت شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنانے لگے۔ جونگ پور پر قبضہ کے پورے ایک ہفتے کے بعد یعنی ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کی شب بانٹو میں اچانک سرفیو ناقد کر دیا گیا اور اسی کے ساتھ ہی اطراف کے گاؤں سے اکٹھے ہونے والے لیڈروں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں اور چند دیگر مقامات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے کھلوائے گئے مہینوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کا محنت اور تجارت کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے غلامے بڑے جیسے کو ایک ہی بات میں لوٹ لیا گیا۔

لیڈرے ہونے پانچواں اور پیر کے جڑاؤ دیورات، نقد رقم اور قیمتی ملبوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ غور و زوہ میں اپنے قیمتی اشیاء کو خاموشی سے لٹا دیکھتے رہے۔ اپنی محبوب خواہش اشیاء، آسانی مل جانے کی وجہ

بانٹو (مبین مسلمان عامی شمارہ ستمبر ۱۹۶۱ء)
ماہدہ بی (لاٹو) نے (لاٹو شہر و شہنم) ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء



ریاست جو ناگہان کے ایک گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے عدالتی حکومت
کے مسلح رضا کار لڑ رہے ہیں۔



عدالتی حکومت کے رضا کاروں کو لڑنے والی فوجی تربیت۔



مسلمانوں کی دولت کو لٹکانے کے لئے سیکٹر میں ہندوستانی فوجیوں کی لڑائیوں اور
کے عدالتی حکومت کی فوج میں لڑنے والے رضا کاروں کی فوجی تربیت۔



عدالتی حکومت کے رضا کاروں کو لڑنے والی فوجی تربیت۔

اسی طرح ستھار آج پہل پہل اور گہا گہا کا حامل شہر بانٹوا اور بیان ہو گیا۔
اس کے بعد بانٹوا میں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جہاد و جلال
جو مہینوں کے دور میں اسے حاصل تھا۔ وہ صرف تاریخی یادداشتیں کہانیاں بن کر رہ گئیں۔

کتیانہ پر حملہ

جون ۱۹۴۷ء پر ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارتی یونین کی افواج نے قبضہ کر لیا تھا
دوسرے دن علی الصبح عارضی حکومت کی لوگ سینا کے آدمیوں اور اطراف کے گاؤں
سے اکٹھے ہونے والے سینکڑوں دیہاتیوں نے کتیانہ پر حملے کا آغاز کیا۔

شہر میں جگہ جگہ زبردست مقابلہ ہوا۔ کیپٹن غوث محمد کی زیر قیادت
افسران کے چھوٹے دستے نے گھنٹوں مقابلہ کیا۔

بعض مقامات پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ جمعیت المسلمین کی کتیانہ شاخ کے
صدر قاضی تانہ، سرین حسین میاں، پولیس نو جوان باشم خاں کھوکھر اور کچھ دیگر

رہنما بھائی کوٹھاری نے اپنی کتاب "جون ۱۹۴۷ء کی لوگ کرائی" میں کتیانہ پر حملہ
کی تاریخ و نومبر ۱۹۴۷ء تحریر کی ہے۔ موگٹ لال پارکھ نے بھی اپنی کتاب "جون ۱۹۴۷ء

تیسرا آگ کا سفر" میں اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں بھارتی مورخین نے کتیانہ
یا کسی اور مقام پر لوٹ مار کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسری جانب جناب مانڈویا

اور جناب عمر فاضل نامہ دق نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتیانہ پر حملے اور لوٹ مار
واقعات، ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو رونما ہوئے تھے۔ کراچی میں رہائش پذیر کتیانہ کے تمام

افراد بھی، ۱۰ نومبر کی ہی تصدیق کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی مورخین نے یہ
بتانے کے لیے کہ کتیانہ پر حملہ، جون ۱۹۴۷ء کی خود سپردگی سے قبل کیا گیا تھا۔ ان واقعات

کی تاریخ ایک روز قبل کی تحریر کی ہے

پڑ جیل وری صفحہ ۱۰۷



عارضی حکومت کی پشت پناہی کے لئے بھارتی حکومت کی جانب سے کاٹھیلاڑ
کے ساحل پر بھیجا گیا جنگی جہاز

یہ تمام افسانوی اور عارضی حکومت کے ساتھ رہنے والے صحافی فوٹو گرافر تو بھائی کوٹھاری کا
۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء میں شائع شدہ نثری کتاب "جون ۱۹۴۷ء کا عوامی انقلاب" سے لی گئی ہیں

اور جاگ بڑھتے ہیں۔ انفرادی کو گرفتار کر لیا گیا۔

کو گرفتار کر کے بڑے بڑے گھر کو کھرکا ان کے اپنے گھیت میں قتل کر دیا گیا۔
اس کے قریب کھیتوں میں خون آلود لوٹ مار کا آغاز ہوا۔

کیتا کی پہلی لوٹ

۱۰ نومبر کو کیتا میں متبادل ختم ہوتے ہی مبین اور دیگر مسلم رہنماؤں، کھیتوں
اور مسوز شہریوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ کیتا کے عوامی رہنماؤں کو
بہت سخت سزا سنائی گئی۔ ان میں جیت انیس کا کیتا شاخ کے اعزازی سیکریٹری
ساجد علی عثمان بھانڈو، انجمن اسلام کے اعزازی سیکریٹری جناب نور محمد گیلانی
مسلم سٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب محمد حسین پر دیسی وغیرہ شامل تھے۔ کیتا
کے متحدہ اداروں اور فردی سرگرمیوں سے وابستہ جناب عمر فاضل فاروقی کا مکان
بوسیدہ بننے کے ساتھ ساتھ چاروں اطراف سے اونچے مکانات میں گھر بوسیدہ
گاہوں کے جناب عمر فاضل فاروقی پر کسی کی نظر نہ پڑ سکی۔

رہنماؤں اور کھیتوں کی اجتماعی گرفتاری کے درپے لوگوں کے جوئے پست
کرنے کے بعد لوٹ مار کا آغاز کر دیا گیا۔

کیتا کی لوٹ کے واقعات کی بیشتر تفصیلات کیتا مبین ایسوسی ایشن کے دس
سالہ جشن کے جلد میں شائع شدہ مضمون "کیتا کی خون آلود لوٹ" میں سے لے لی گئی ہیں
جناب عمر فاضل فاروقی نے اپنے کتابچے "خون آلود لوٹ" میں یہی سب تفصیلات
 بیان کی ہیں۔ دیگر تفصیلات کے حوالے مناسب جگہ پر دیئے گئے ہیں۔

۵۲ ۳۵ صفحہ

کیتا کی لوٹ "کیتا کی خون آلود لوٹ" مبین ایسوسی ایشن کا

دی سارے مضمون جلد صفحہ ۹۱

اس لوٹ مار میں عارضی حکومت کے رہنما کاروں کے علاوہ اطراف کے لوگوں
کے پھل ذات کے سینکڑوں ہندوؤں نے جس میں کافی تعداد میں عورتیں شامل تھیں
تھیں حصہ لیا۔ سب سے پہلے ایک گروہ نے شہر کے بازار کو لوٹنا شروع کیا۔ وہاں
کو بوتے کے بعد انہیں غذا تقبل کر دیا گیا تھا۔ دوسرے گروہ کے لوگ ہاتھ میں گھٹا
بھاڑیاں اور چھریاں لے کر کھیتی کے میدانے مکانات کے دروازے کھولا کر اندر
جاتے اور سب سے پہلے تجزیوں اور بکسوں کی پابجیوں کے گچھے مانتے۔ بہت سے
مکانات میں وہ دھمکیاں دیتے، مار پیٹ کرتے اور اسلحہ سے گھر والوں کو زخمی بھی
کرتے۔ اس طرح کافی تعداد میں عورتیں اور بچے زخمی ہوئے تھے اس لوٹ مار میں
چار آدمی جاگ بڑھتے تھیں میں ایک عورت اور ایک بچہ بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ
متحدہ اداروں اور فردی سرگرمیوں کے گھر کی قیمتی اشیاء لوٹنے کے بعد مردوں کو اٹھایا گیا
تھا ایک بھارتی موٹر گاڑی کے مطابق ان ۲۳ گھنٹوں کے دوران تقریباً ایک ہزار افراد کو
گرفتار کیا گیا تھا۔

دوسرے لوگ یہ تہہ اوڑھتے تھے سے دو چار ہنگ بٹانے والے تھے۔ انہیں دھمکیاں
مبین اور دیگر مسلم ادارے، تعلیمی ادارے، فلاحی انجمنوں کے دفاتر اور مسجد
میں بھی تھیں۔ اور قور پھوڑ کی گئی۔ اور لوگوں کا تمام ریکارڈ جلا دیا گیا۔ تمام ادارے
میں آؤریاں قائمہ اعظم کی تصاویر کا بے حرمتی کی گئی۔

دوسرے روز یعنی یکری سال کے پہلے دن نوک مبین نے ایک عدالت تشکیل
دی۔ تمام قیدیوں کو اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور پالیسیل کے ساتھ تمام افراد
کو رہا کر دیا گیا۔

۵۵ ۳۵ صفحہ

۵۶ صفحہ

مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ

دو چار روز بعد بھارتی یونین کے فوجی دستوں نے عارضی حکومت کے کئی
۱۹ نظام سنبھال لیا۔ بھارتی حکومت نے کیتانہ کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ڈولر رائے
اور پولیس کے سربراہ کے دولت سنگھ کا قتل کیا اس کے دو تین روز بعد شہر کے
مشہور ڈاکٹر ناڈل (NADL) نے تمام مسلم رہنماؤں کو مسجد کے چوک میں
بٹھایا۔

ڈاکٹر ناڈل نے ان کو کہا کہ شہر کے نئے حکام ڈولر رائے اور دولت سنگھ
وغیرہ کہتے ہیں کہ اس لوٹ مار میں ہمارے حصے میں کچھ نہیں آیا۔ سارا مال دوسرے
ہی آدمی بھگت کر گئے ہیں اس لئے اب آپ ہمیں دو لاکھ روپے جمع کر کے دیں۔
ساتھ ہی ڈاکٹر ناڈل نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر دو دن کے اندر مطلوب رقم
جمع کر کے نہ دی گئی تو شہر میں پھر لوٹ مار برپا کی جائے گی اور رہنماؤں کو اسلحہ رکھنے
کے جرم میں پھانسی کی سزا تک ڈاکٹر ناڈل نے آپس میں ہاتھ دے دیئے اس
رقم کو ڈولر رائے اور دولت سنگھ اور ناڈل نے آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ کے تین یا چار ہفتوں کے بعد شامڑا اس گانڈھی کو کیتانہ کے
نئے حکام نے مدعو کیا۔ مقامی حکام نے ان کو چرس (تھیل) دینے کے لئے بیٹوں
سے پھر تیس ہزار روپے کا پتہ لکھا گیا۔ مدرسے اسلامیہ کے عرائف نے شامڑا اس
گانڈھی کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور کیتانہ کے شہریوں کی جانب سے
ان کو بیکس ہزار کی تھیلی دی گئی۔

کیتانہ میں انڈیا کی لوٹ مار کے فوراً بعد مسلمانوں کے اٹا ڈاکٹرانوں کی
ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لیکن بعد میں حالات کے عجیبی طور پر معمولی
انے سے ہجرت کا سلسلہ روک گیا تھا کیتانہ پر قبضہ کرنے والی سکواڈریل واپس

پہلی گئی تھی اور ان کی جگہ گوالیار کے راجپوت سپاہیوں کے ایک دستے نے سنبھال
لی تھی یہ سپاہی کسی قسم کی جامل نہیں ہونے دیتے تھے۔ کیتانہ کے مسلمانوں کو اس بات
کا یقین ہونے لگا تھا کہ اب شہر میں کسی قسم کی مزید لوٹ مار نہیں ہوگی۔

کیتانہ میں دوسری لوٹ

لیکن اس دوران کیتانہ میں دوبارہ لوٹ مار کے منصوبہ بنائے جا رہے
تھے۔ اس میں زیادہ تر کیتانہ شہر کے اور اس کے اطراف کے گھاؤں کے وہ ہندو
شامل تھے۔ جو پہلی لوٹ مار میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء
کی نصف شب کے بعد مسجد چوک میں تین راجپوت سپاہیوں کو قتل کر دیا اور
یہ شور مچایا کہ یہ قتل مسلمانوں نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر میں پہلے ہی سے
اٹھنے ہوئے والے لیٹرے اور پولیس کے آدمی متعدد قتلوں پر لوٹ پٹے۔

اس بار لوٹ مار کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ شاید ہی کسی مسلمان کا
مکان اس لوٹ مار سے بچ سکا ہو۔ اس لوٹ مار میں دی سپہی قبیلے اشیاء کے
علاوہ فریج اور سونے کے اشیاء کی لوٹ مار کی گئی۔ بہتوں کے ہاتھ لوبہ کے
چولہے، چار پائیاں یہاں تک کہ باورچی خانے کے چھوٹے برتنے قبضہ کیا اس
لوٹ مار سے نہ بچ سکے۔

یہ لوٹ مار بھی پہلی لوٹ مار کی طرح شام تک متواتر جاری رہی۔ کابل
سے اپنے رشتہ داروں کے گھرانے کے لئے آئے ہندو ایک اور عبد الحفیظ اختر
محمد یا اور ان کے بڑے احمد کو چھوٹے گھونپ کو چاک کر دیا۔

نات ہونے کی حکام نے فریج نا لڈ کر دیا اور صرف مسلمانوں کے لئے تھا
فریج میں کسی واقعہ کے مسئلہ میں دن اور تین رات جاری رہا جس کی وجہ سے
کے مسلمان عمارت فاقہ کشی کا شکار ہوئے۔

اسی دوسری ٹوٹ کے بعد کتیانہ کے مسخوں اور دیگر مسلمانوں کی بہت بڑی
 ٹوٹ تھی۔ لیکن اس کے پاس معاشی وسائل تو کیا مدد قرضہ استعمال کی اشیاء، سکے
 تھیں۔ لیکن اس کے پاس صرف ہجرت کا واحد راستہ باقی رہ گیا تھا۔ چند عیسائی رہنما
 نے چودھویں ریاست پر چند بارکر وہاں کے حکمران مانا ٹوٹور سنگھ (Mana Thokur)
 (Natha Thokur) سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اس کے لیے اسے سکھانوں کو ہجرت کے
 لیے اپنی چودھویں میں پناہ دینے پر تیار ہو گیا۔

کئی اسکے سکھانوں کے پاس اب اپنے ساتھ جانے کے لیے بہت کم اشیاء
 بچی تھیں۔ وہاں لوگ کھڑول کے درمیان جوڑوں اور چند ایسی ہی اشیاء کے ساتھ
 کتیانہ کے لیے اشیاء گھٹ پھینچ گئے۔ یہ جاننے کے بعد کتیانہ نے انہیں پناہ دی
 کہ کتیانہ چھوڑ کر کتیانہ کے لیے انہیں یہ بیان نہیں کیا۔

اسی وقت کتیانہ میں کئی ہزاروں کے درمیان کے ہزاروں اور رہتے
 تھے۔ سب کے سب ہجرت کر گئے۔ دیگر سکھانوں کی تعداد کا اندازہ صرف اس کی کیا
 ہجرت میں ہی ہو گیا۔ بعد میں کتیانہ میں دوسری ٹوٹ آوارہ ہوئیں لیکن ان کی
 ساری زندگی صرف اس کی یاد میں گزری۔

ہاتوا، کتیانہ کی ٹوٹ مار کا گہرائی ناول میں تذکرہ

ہاتوا کتیانہ کی ٹوٹ مار کے بارے میں قریبی ہے۔ مین کے کہنے کے
 ہاتوا کی تمام زمینیں کسی قسم کو ہاتوا گزری نہیں گئی۔ لیکن ان کی حالت
 کھلی ہے۔ ہاتوا کی حالت دیکھ کر ہاتوا کی زمین کے کہنے سے ہاتوا کی زمین
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔

ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔

سیاسی ماحول پر "ہاتوا، کتیانہ کی ناول" ڈاکٹر چکر (Dr. Chakra)
 ہیں۔ "ہاتوا، کتیانہ کی ناول" میں یہ بہت سے سیر کے واقعات کے ہیں
 تھیں اور ہاتوا کی ٹوٹ مار کی بھی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہ شاید پہلی اور واحد
 بڑی کتاب ہے جس میں اسی ٹوٹ مار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ٹوٹ مار کا ذکر
 مذکورہ کتاب میں سب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"کتیانہ کے مضبوط قلعہ کا سر کرنے کے بعد وہاں کی حکومت کے رہنما کتیانہ
 کی خوشیاں منانے لگے۔ انہوں نے مکانات میں داخل ہو کر راج اور سکھانوں اور
 غنیمت وغیرہ ضبط کر لئے، جن مکانات میں اسلحہ ہونے کا شبہ ہوتا ان کو کھولنے پر
 انکار میں کر دیا۔ دسویں سال کے قریب وہاں کی حکومت نے انہیں کتیانہ کے دربار
 زیادتی ہونا ناگزیر تھا۔۔۔۔۔"

"امیر اور متوسط درجہ کے مکانات کتیانہ کی رہا کیے گئے۔ رہا کھدوں
 کے ہوتے "بے ملہ" کے قریب لگا کر وہاں سے کھلائے۔ ان کو قریب قریب
 داخل ہو جانے اور لوگ تھکن کے تمام یہ پیشوں پر تھکن، انہوں نے قریب
 دیکھ اور میں کو ٹوٹ مار کا جانے ایسے واقعات دیکھ کر ہونے لگے۔ یہ ہیں والے
 یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد وہاں والے اس کے چہرے پر لگا کر گئے۔

غور یہ لوگ یہ نظریہ دلاتے ہیں کہ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔

ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔
 ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔ ہاتوا کی زمین کی حالت ہے۔

دوسرے دن پانچ سو پانچویں کو لوٹے ہوئے سال کے ساتھ لڑائی لڑی
 گیا۔ انہوں نے سپہ سالار میں کوکر ہم سے یہاں لڑنا نہیں بلکہ گھر والوں سے
 بڑا خوف تھا دیا ہے ان سب کو بڑے پیر اسپیشل ٹرینر بجوٹ کی جلی میں
 بھیج دیا گیا۔

کچھ دن بعد بجوٹ میں کیا دستے نکلے اور آگ وہاں نکلنے والی تھی
 رکھنے کے لئے انھوں نے ایک پیرس دھکے کے پانچ ٹرینر کو اسٹیشن لٹ کر سوتے
 میں جاکر دیا ہے ان نکلے اور ان کے دھکے ہوتے ہیں جو اس سوتے لٹا کر لپکا
 کے ساتھ لٹے جوت کر دی ہے۔ اس وجہ سے بجوٹ سے ایک جلی پانی
 دستہ نکلتا ہے۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"تھوڑے دن بعد کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

کے بعد اس کے ساتھ کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

"پیرس کے تار میں کوکر کے کانٹے کے سب سے والے مسدود سے
 اس کے لئے لڑنا تھا۔ مشکوک اور لڑائی میں ہوتے ہیں۔ تھے
 اور ان کے کانٹے کے سب سے والے مسدود پر پانچ مشین ہوتے اور ان کے
 ٹیسٹ کے لڑائی کے لپکار کی جانب پیش تھی شروع کر دی۔

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

معمول کی قیمت کے بعد باغیچہ کی پیمائش

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

مزیلہ تفصیلات

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

یہ دیکھ کر کہ یہ سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے
 سب کچھ ہے جس کا یہ سب کچھ ہے

بانٹوا میں لوٹ مار کے وقت متعدد امیروں کی رہائش گاہوں کے ہر کمرے کے ٹائیز بھی اس خیال سے اکٹرا دیئے گئے تھے کہ ان کے نیچے سونا چاندی چھپا ہوا ہو گا۔ بانٹوا میں جتنی بھی پرانی رہائش گاہیں تھیں وہ سب ٹوٹ پھوٹ کر معدوم اور غائب ہو رہی ہیں ماضی میں شہر کے بازار میں اتنی بھیڑ تھی کہ ایک دوسرے کے کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ وہ اب کپڑی بازار سے بھی زیادہ دیران معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت بانٹوا میں صرف ڈیڑھ سو مسلمان رہتے ہیں۔ مہینوں کے بیشک تین چار خانمان ہیں۔ سابقہ ۱۹ مساجد میں سے اب صرف جامع مسجد میں نماز ہوتی ہے۔ عام دفین میں صرف دو چار اور نماز گاہ میں دس پندرہ آدمی جمع ہوتے ہیں عید کی نماز ہوتی ہی نہیں ہے اس کے لئے قریبی شہر ماناؤدر جانا پڑتا ہے۔

"دیگر مساجد میں سے سیٹھ احمد علی کی تعمیر کرائی گئی" "علی والی سب" بالکل غائب ہو گئے ہیں۔ دو چار مساجد خمبیدہ کہ دی گئی ہیں۔ باقی ماندہ مساجد پیداؤر ویران پڑی ہیں۔ حاجی حبیب، حاجی بھیر محمد کا تعمیر کرایا گیا اسپتال جس کا افتتاح ۱۹۸۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے آدھے حصے میں بانٹوا انجمن کے دفتر میں مندر قائم کر دیئے گئے ہیں۔ بخاری پیر کی درگاہ سلامت ہے لیکن اس کے ارد گرد کے پورے قبرستان کو ہوا کے دھبے ہیں اس اٹا بنا دیا گیا ہے" ۱۹۸۵ء

مہینوں کی ہجرت کے بعد کیتانہ کی بد حالی

کیتانہ کی اجتماعی ہجرت کے بعد کیتانہ شہر کا انتظام بھی بانٹوا جیسا ہی ہوا۔

۱۹۸۵ء جولائی ۱۵ء "بڑا کھنڈر"

۱۹۸۵ء دسمبر ۱۵ء "بڑا کھنڈر"

۱۹۸۵ء دسمبر ۱۵ء "بڑا کھنڈر"

۱۹۸۵ء دسمبر ۱۵ء "بڑا کھنڈر"

۱۹۸۵ء دسمبر ۱۵ء "بڑا کھنڈر"

کیتانہ ایک سابقہ کھنڈر تھا۔ شہر کیسا نظر آیا؟

۱۹۸۵ء جولائی ۱۵ء "بڑا کھنڈر" اور ہر وقت آدمیوں کی بھیڑ لگ رہی تھی وہاں اس وقت کیتانہ اڑ رہے تھے۔ تمام عمارتیں غائب ہو چکی تھیں۔ دور دور تک سب کچھ سپاٹ میدان کی طرح پشاد تھا۔ بیت ساری چھوٹی چھوٹی لکڑی اور پلا میدانوں میں بند بنی ہوئی تھیں۔ جو مکانات کھڑے تھے۔ وہ بالکل بوسیدہ نظر آتے تھے۔ نگر سیٹھ حاجی ستار ڈھیلوی اور حاجی کریم ڈھیلوی کے جنگلوں کی حالت بھی سے کی جاتی تھی۔ ستار سیٹھ کی شاندار رہائش گاہ کو جیسے پریاں اٹھا کر اپنے ملک سے لے گئے۔ اور اس کے جانے کے وقت پر صرف ایک خالی جوار میدان نظر آ رہا تھا۔ صرف چار لیٹ کے قریبی کچھ مکانات اب تک کھڑے تھے۔ اس میں کوئی سرکاری دفتر قائم تھا۔ کریم سیٹھ کے "حاجی علی" کی شاندار عمارت بھی پوری غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ بس کا اٹا ہے۔

"بانٹوا کی طرح کیتانہ کے بھی مکانات کے کوسے، لکڑی، پتھر اور ملبہ طویل عرصہ تک فروخت ہوتے رہے۔ اس میں سے زیادہ تر اشیاء ماناؤدا، جونا گڈا اور ڈھوراجی پہنچتی تھیں۔ جبکہ بڑے بڑے ثابت و مسلم دروازے "اوپلیٹا" میں پہنچ جاتے تھے۔

۱۹۸۵ء جولائی ۱۵ء "بڑا کھنڈر" اس وقت کیتانہ میں صرف ۱۰۰ مسلم خانمان آباد ہیں جس میں زیادہ تر خانمان کھنڈر آبادی کے ہیں۔ مہینوں کے بیشک تین چار خانمان ہیں۔ کیتانہ کی لوٹ مار کے ۳۵ سال بعد وہاں کے دستور و رواج سے پرانے والے ایک باقی رہا صرف تعلیمات تھیں۔

۱۹۸۵ء جولائی ۱۵ء "بڑا کھنڈر" ۲۳ اگست ۱۹۸۵ء

۱۹۸۵ء اگست ۲۳ء

۱۹۸۵ء اگست ۲۳ء

[illegible]

دیگر واقعات

مانڈویا کی گرفتاری

جس وقت کتیاز پہ عارضہ حکومت نے قبضہ کیا اس وقت نو افراد کو دیکھتے
ہی گولی مار دیئے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ ان میں سے قاضی تاج الدین، ہاشم کھوکھر
ولیمہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس فہرست میں نمایاں نام "مجاہد" کے مدبرے مانڈویا کا
تھیں تھا۔ عارضہ حکومت کے سپاہی ان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ان مشکل حالات میں
عاجی بھٹی جہد واسلے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مانڈویا کو ایسی جگہ پھیرا رکھا کہ
تین دن تک کسی کو ان کا پتہ نہ چل سکا۔ بعد میں جب انہیں گرفتار کر لیا گیا، اس وقت
بھٹی کی حکومت کی جانب سے ڈوکر واسلے نے عارضہ حکومت سے کتیاز کا انتظام نبھال
لیا تھا۔ اور خورشیدی جہد جہنگلی تھیں۔

مانڈویا کا مکان پہلے ہی روز لوٹ گیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان کے انتقال پر سین کا بھی باقاعدہ ہولی جلائی گئی۔ مقامی جندہ رہنماؤں نے فروا فردا آ سرپر سس پر پیڑوں کا چھڑکاؤ کیا اور پوسٹ ہاؤس کے آگ جلائی۔

ماہ چیل ورتی ۱۰۸

١٥٠ غمره قطن كادوك ٢٥٠ رطل به صفر و ٤٢٠

اس دور میں دیگر اشیاء کے علاوہ مانڈویا کی اس وقت تک کی شاندار ادنی کارکردگی کا بیشتر ریکارڈ بھی جل کر خاک ہو گیا۔

لیکن ابھی مانڈویا کی مشکلات کا خاکہ نہیں تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں جونا گڑھ کی جیل میں بند کر دیا گیا۔ ڈھائی تین ماہ تک باہر کے لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ مانڈویا کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟

مسلم ملکیت کے حامل گجراتی ہریدے ان کی غیریت کے بارے میں تشویش کا اظہار کرنے لگے۔

ان پر مقدمہ چلا دیا گیا اور طویل قید کی سزائی گئی۔ اس دوران کراچی کے گجراتی روزنامہ "وطن" کے مدیر جناب عثمان طیب "شبنم" اور جناب اسے ٹی کریم نے مانڈویا کی رہائی کے لئے جدوجہد شروع کی۔ جناب رفیق تیدانی کے گجراتی ہریدے "آواز" نے بھی اس جدوجہد میں بھرپور ساتھ دیا۔ سندھ کے وزیر اطلاعات پیر علی محمد راشدی کی معرفت بھارت کے متعلقہ مقام سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اس تمام جدوجہد کے نتیجے میں مانڈویا تین سال کی قید بھگتنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں رہا ہوئے لیکن قید و بند کے آخری مہینوں کے دوران مانڈویا کو متعدد کاری حدیثات جیسٹس پڑے۔ سب سے پہلے ان کی بہن اس کے بعد والد پھر ان کا بیٹا اور آخر میں ان کی رہائی سے صرف چھ روز قبل ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

رہائی کے بعد مانڈویا نہایت مست حالت میں کراچی پہنچے۔ اس وقت ان کی گذشتہ کے لئے خصوصاً جناب عمر فاضل فاروقی کی کوشش سے کیناڈا کی زمین برادری سے ۱۵۰ روپے کی رقم اکٹھی کی گئی اور میٹھا در میں واقع غنی مارٹر کے اسکول میں جناب محمد ولی محمد چوٹی کی زیر صدارت ایک چھوٹی سی تقریب منعقد کر کے مانڈویا کو رقم

مسلم گجرات ۳ جنوری ۱۹۵۱ء

جیل ورتی صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۱

پرس کی رقم صورت میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مانڈویا کا ایک پرنٹڈ پورٹریٹ ادیب کی حیثیت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

ابراہانی کی ثابت قدمی

پاکستان کے ساتھ جونا گڑھ کے اہل حق میں غایاں گرفتار ادا کرنے والے جناب اسماعیل ابراہانی کو جیل جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کئی بار گورنر آفیسر سلوک کیا گیا لیکن اس کے باوجود ابراہانی پہلے ہی کی طرح پاکستان کے زبانت ماندھے دسمبر ۱۹۴۷ء میں تشارڈ اس گانڈھی جونا گڑھ کی جیل کے دورے کے لئے آئے تب انہوں نے ابراہانی کی کوٹھری پر جاکر طنز کیا "کیوں ابراہانی پاکستان یا آتے؟ جانا نہیں پاکستان؟"

ابراہانی فوراً جواب دیا "میں کہتا ہوں یہ پاکستان نہیں ہے! جونا گڑھ قانونی طور پر پاکستان کے ساتھ شامل ہے۔ آج اور اس وقت بھی یہ پاکستان ہی ہے جان بھائی اس جسم میں جان ہے تب تک ابراہانی جونا گڑھ کا پاکستان برگز چھوڑنے والا نہیں رہتا۔"

ابراہانی کو دو سال بعد رہا کر دیا گیا لیکن انہوں نے جونا گڑھ نہیں چھوڑا۔ ان کے لئے جونا گڑھ ہمیشہ کے لئے پاکستان بن چکا تھا۔

ریاست جونا گڑھ پر بھارت کا قبضہ ہونے کے بعد ریاست کے دیگر متعدد سرکردہ مسلمان رہنماؤں، انتظامیہ پولیس افسران وغیرہ کو جونا گڑھ جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔

عارضی حکومت کی ناکر بندی کے دوران ریاست کے باہر کے گئے جانے والے مسلم روزنامے اور جرائد "وطن"، "مسلم گجرات"، "مسلم گجرات" اور "دینوری"

جیل ورتی صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۱

۲۰۱

کویت کی سرحد پر غیر قانونی طور پر قبضہ کر لی جاتی تھیں۔ اس حکومت کے کچھ
 حکام نے بھارتی قسے کے بعد ان اقدامات و سرگرمیوں پر ایک لکھنؤ کے ذریعہ قانونی
 دیکھ بھال کر دیا۔

ویراؤل میں کشیدگی

راستہ میں گانڈی میں ویراؤل، تمام پاکستان کو جو دھوکا ایک ہی دم بکاز تھا۔
 یہاں کا مسلم کاہنم پیدائش سے مسلم لیگ کے اعلان شدہ مختلف ایام بشمول شہداء
 کے دنات جاتے تھے شہر کے چوک میں پاکستان کا نقشہ بھی بنایا گیا تھا۔
 جو گانڈی پر عارضہ حکومت کی چڑھائی سے قبل مابین گانڈی کے مور (MOR)

بھارت پر اور دیگر ریاستوں کے خزانوں نسبتہ حال مسلمان ہاجرہ پور سے شہر
 تجارت اور کھیتوں کو جو راک کے ویراؤل پہنچے تھے چونکہ اس وقت جو گانڈی
 پاکستان کے ساتھ ملحق کرچکا تھا۔ ان ہاجرہ بن کو میں جماعت غدار، پٹنی جماعت نا
 اور دیگر جماعت پر پناہ دی گئی تھی۔ ان کو غوراک اور دیگر سبھیات میںوں اور
 دیگر مسلمانوں کی جانب سے لڑائی لگتی تھیں۔ اور نہایت مالی اعداد دیگر انہیں
 بند یہ پھوٹے بکری بازار کراچی بھی دیا جاتا تھا۔ جو گانڈی پر حکومت بھارت کا
 قبضہ ہونے تک ویراؤل سے کراچی تک کی یہ کارروائی جاری رہی۔

جو گانڈی پر قبضہ کے آگے منڈی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ کو بھارتی فوج نے ویراؤل کو
 قبضہ سنبھال لیا۔ ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ کو شام کو اس کا دھم اور درہیل اور جام صاحب سہانہ
 کے جنگ کئے گئے۔ اس وقت ویراؤل کے تمام مسلم رہنماؤں کو ایمرانیم دیکھنے کے
 حکمران اور یہ بھی ان کے مسلم رہنماؤں کو اور کبھی شہداء کے کپاؤں میں بند
 کر دیا۔

۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء
 ۱۳۶

جس کو کہ جس کی سرحد میں دیکھ کر سرحد قبلی نے اسے حکومت بھارت کی بھارت
 سے بہت بعد سرحد تھیں گانڈی کا داروفا ہم کیس اس کام کا ان کے سلاہت
 نے اپنی طرف سے ایک دیکھ دیکھ اور شام کو اس کا دھم نے موسم کی طرف سے
 یہاں سے سرحد پر کے عہدہ کا سونپ دیا۔

بھارت جو ان کے پر بھارتی حکومت کے قبضہ کے بعد ویراؤل میں کافی کشیدگی
 بھیجی گئی ایک روز مسلمانوں کی چار پانچ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ اس واقعہ کے فوراً
 بعد گانڈی میں برادری کے آدمی سے زیادہ لوگ اور دیگر مسلمانوں کو پٹنی
 کی طرف ہجرت کر گئے۔ اسی اثناء میں نے ویراؤل کے غوراک کی کاسروکس بند کردی
 اس کے بعد ویراؤل سے مسلمانوں کی ہجرت پڑا۔ ان میں سے ایک مسلمان بندہ
 گانڈی اور کھیتوں پر ویراؤل میں پہنچے تھے جہاں سے وہ بذریعہ جہاز کراچی پہنچے جاتے
 سیاست میں گانڈی کے بڑے سیاست کاروں نے سیاست ڈروہ کے قریبی علاقے سرول
 (SROOL) اور کوڑی (KODI) میں پناہ لی تھی۔ وہاں پر مسلمانوں کے کاررو
 رہتا رہا یہ۔ رتنی جو سرفراہی، برانیم حوتی والا اور دیگر حضرت نے ہاجرہ بن کی
 کان وڈی۔ ہاجرہ بن کو نیوٹ کے علاقے میں پچھو ماہ قیام کرنے کے بعد کراچی پہنچے
 پائے۔ تاحضی اور میاں خستہ اور دیگر چند کارکن کوڑی نار کے کنارے سے
 کچھ فاصلے پر واقع پھوٹے سے مزید سے "ویو" جو پڑنگیزی علاقہ تھا
 وہاں پناہ گزین تھے۔ وہاں کوڑی عرصہ تک مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد وہ ایک
 کالج کے ذریعہ کراچی پہنچ گئے۔

مانگروں سے ہجرت

مانگروں میں بھارتی قبضہ کے بعد مسلم رہنماؤں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں
 اور سرکاری جہازوں سے مسلمانوں کو لے کر دیا گیا۔ ان مسلمانوں کی اقتصادی حالت
 ۱۳۷

جولہ گزشتہ پاکستان کی طرف ان کی ہجرت شروع ہوئی اور ان کے ساتھ
کے بڑے بھائی پاکستان کی طرف گئے۔

وٹھل کے امی جی

وٹھل، رات برہنہ گڑھ سے امی کے خاندان پر واقع ایک چھوٹا سا
شہر تھا۔ یہاں میں اس کی آبادی پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اس میں سے
بعض آبادی مسلمان تھی جن میں گھمانی بزرگ کے قریب تعداد میں تھی۔
جولہ گزشتہ پاکستان کے ساتھ شامل ہوا۔ اور ان کے ساتھ ہی وٹھل کے
وٹھل کے ساتھ چھانے لگے۔ اس وقت حاجی عثمان "آگ" نے شہر کی چوکیاں
کے لئے دوسرا مکان چھانے پر مشتمل ایک بوم گاڑ دیا۔ ان کی کمانڈر وہ
خود تھے۔

آپ نے یہ قلعہ کے بعد ایک سینا کا رادہ اب وٹھل، دیر اور وغیرہ کی
ہاں سے گئے۔ لیکن ان دوران انہوں نے کوکھت تجارت کے ریلے
کا نظم و ضبط بنایا۔

وٹھل کے ایک سیکرٹری نے اس کی ریلے کی ریلے جو علاقہ تھوڑی
کھلیں۔ عوام میں ریلے کی ریلے چھانے لگے۔ پاکستان کی ریلے کے خلاف نہیں
تھے۔ لیکن پاکستان کے ساتھ ہی جولہ گزشتہ کے خلاف اور قابل عمل
بھی تھے۔ ان کے ان علاقہ تجارت کی لاگت میں انہوں نے بہت نمایاں
کوشش کی۔

جولہ گزشتہ کے بعد شہر میں گارہ کی وٹھل آئے، اس وقت
ان کے لئے ہر کام میں ان کی ریلے کو پہنچانے کے لئے ان کے خلاف
پہنچانے کی کوشش تھی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں ان کے خلاف ان کے

واپس کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے مقامی ہندو امی جی ریلے کو بھی استقبال کا ایک ہاتھ
رہا۔ شہر کے لئے تھے۔ ان کے بھائی سے وٹھل میں نکلے اور وہاں رہا
تھا۔

اس کے دو تین ماہ بعد اس قسم کی اطلاع موصول ہوئی کہ وٹھل کے خلاف
میں آکر بسنے والے ہندو پناہ گزین نے وٹھل میں لوٹ مار کا منصوبہ بنایا ہے
اور ان کے لئے ہی کتیاد کی لوٹ مار میں لوٹ مار کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کے ساتھ
لوگ اپنے "خونی رشتے کے بھائی" امی جی ریلے کے پاس پہنچنے لگے اور وٹھل
کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کی۔

یہ ریلے اور امی جی ریلے کی کمانڈر کا فوجی ہے۔ روایت ہے کہ بہت
عرصہ قبل "ساکھو" نام کے ایک ہندو فوجی کے میزبان کے ایک شخص سے ہوا کہ وہ
کامیاب رہے۔ اس پر انھوں نے گویا وہ جولہ گزشتہ کے خلاف قیادت کے قیادت
لے۔ ان کا یہ بیانیہ راستے میں وٹھل شہر آیا جس کے خلاف اس کے اپنے ناگہانی
جولہ گزشتہ کی چوکیاں میں انھوں نے اپنے استقبال کے لئے آئے والے لوگوں کا استقبال
کر دیا تھا۔ انہوں نے ساکھو کی کو بیاد دی۔ اس دوران جولہ گزشتہ کے سپاہی
وہاں پہنچ گئے۔ دونوں میں تصادم ہوا جس کے نتیجے میں ساکھو کی کے علاوہ
ناگہانی جولہ گزشتہ کے تمام ریلے اور متعدد بھائی اسے لگے۔ ساکھو کی کی
کمانڈر وٹھل میں قتل ہوئے۔ اس کے بعد جولہ گزشتہ کی ریلے کو لایا جانے والا
لیا پتھر، اور ناگہانی کی قربانی آئی۔ وٹھل شہر کے سردار کے خلاف
موجود ہیں۔ مسلمان ناگہانی نے ہندو سپر کی حفاظت کے لئے اپنا خون بہا دیا
اس پر ہندو سپر کی کے لوگ آج تک مسلم ناگہانی کو اپنے "خونی رشتے
کے بھائی" سمجھتے ہیں۔ اور ان کا بہت لوہا وٹھل میں ہے۔

وٹھل میں اس وقت راجہ سنگھ ناگہانی کو بہت لوہا وٹھل میں ہے۔

قد وہ بہت لڑائی شناسی اور قوی القصب سے آپ غلامی تھا۔ اسی نے بھی
 دھنل میں قوی اس پر قرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسی نے کسی بھی
 شریک نہ کر کے سرائی کے کاموں میں دیا۔ اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کی
 ناکام کوششیں بھی کی گئی۔

اتفاقاً اسی دوران ایک محلہ میں رہنے والے چند ہندو قوم افغان نے ایک
 زمین پر دوسری کے مکان کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک شب وہ اسی پڑوسی کے مکان
 میں دھواں بھار کر اندر داخل ہو گئے لیکن اسی دوران وہاں خوابیدہ سلطان نامی
 ایک جوان کی آنکھ کھل گئی اور اس نے لڑکوں کو پہچان لیا چنانچہ لڑکے اسے قتل
 کر کے فرار ہو گئے۔

دھنل سے چند میل دور واقع راتانا نامی گاؤں میں صرف ایک ہی مسلم
 خاندان رہتا تھا۔ اس خاندان کے دو جوان بھائیوں ہاشم کاوا اور غلام کارا بھائی کو
 ان کے اپنے گھیت میں انہی کے گاؤں کے چند ہندوؤں نے جاک کر ڈالا۔

ان کی لاشیں پلاسٹک برٹم اور کھن دھن کے لئے دھن لائی گئی۔ سلطان چنے
 کے لاشیں دھڑ کے ساتھ کی وجہ سے پریشان تھے۔ اسی دوران ان دونوں
 واقعات نے ان کو مزید غور و فکر اور وہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو
 بہادر بنانا سمجھنے لگے۔ ابھی تک صرف اتنا دتا جائے گا کہ انہوں نے ہجرت کی تھی لیکن
 ان کے دو بھائیوں کی بیویوں کو سپرد خاک کرنے کے چ میں تھیتے کے اندر بیویوں
 اور دیگر مسلمانوں کے بیویوں خاندان اجماعی رحمت کر کے اور اسی کے بعد بھی یہ
 جرحہ جاری رہی۔

کیشو میں فائرنگ

کیشو گاؤں کے ایک زمیندار کے گھر پر ہندوؤں کا دھواں بھار کر

والے تھا۔ اسی وجہ سے وہاں پر بھارتی افواج کے سپاہی بڑی تعداد میں تعینات
 ہو گئے تھے۔ ایک رات کیشو کے اطراف کے گاؤں کے مہیر، آئیر، رباری وغیرہ
 کہہ اوردی کے لوگوں نے کیشو پر حملہ کر دیا۔ کیشو بازار اور بیڑا چوک میں دھواں بھار کر
 کی دکانیں لوٹ لیں۔ کسی مسلمان نے ان کی مخالفت نہیں کی وہی کسی سپاہی نے
 انہیں روکا۔

وہ لوگ کوٹا ہوا مال کے گریٹے گاؤں پہنچے تو وہاں سے لوگ اسی لوٹ مار
 میں شریک نہ ہونے کا افسوس کر رہے تھے اور ان لوگوں پر مشتمل ایک بڑا گروہ
 دوبارہ لوٹ مار کرنے کے لئے کیشو کی جانب بڑھا۔ اتفاقاً پہلی لوٹ مار کے بعد
 چند مسلمان ایک مکان کی چابی منزل پر موجود وہ حالات کے باعث میں تباہ و خراب کرنے
 کے لئے جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے لڑکوں کے ایک بڑے گروہ کو گاؤں کی جانب
 بڑھتا دیکھ کر روڑے سے "اللہ اکبر" کے نعرے لگانے۔

وہاں متبعین بھارتی فوج کے سپاہی الٹر اکبر کے نعرے سن کر یہ کہے کہ کیشو
 کی جانب بڑھنے والا گروہ مسلمانوں کا ہے اسی وجہ سے انہوں نے نہ بھرتے میں
 اسی گروہ پر شین گولوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ بہت سے افراد مارے گئے
 باقی فرار ہو گئے۔ فوج نے استیصال کر فیو نافذ کر دیا جو مسلسل دو روز جاری رہا
 اسی واقعہ کے بعد صبح کے وقت سپاہیوں نے ان دھنوں کو فوجی ٹرکوں میں بھر
 کر انہیں تھکانے لگا دیا۔

ہونا گڈھ میں فساد

سیاست جرنالوں کے پاکستان کے ساتھ الحاق سے پہلے جہڑی دور
 سیاست پر بھارتی افواج کے قبضہ کے بعد بھی سکون سن و سامن رہا تھا۔ لیکن
 قبضہ کے ایک ماہ بعد وہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ شہرے "ہونا گڈھ" کے تھک

کی جانب جانے والا ڈھلائی راستہ "ڈھال روڈ" کے نام سے مشہور ہے اس وقت وہاں مسلمانوں کی کافی دکانیں آباد تھیں۔ کچھ ہندوؤں نے ان دکانوں کو لوٹنے کا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی اطلاع ملنے ہی مسلمان دکاندار بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روز متعدد ہندوؤں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر لیا۔ یہ تصادم بہت دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد بہت سے مسلمان انتقام کے خوف سے رات ہی میں جو ناگڑھ پھوڑے گئے۔ اس واقعہ کے بعد جو ناگڑھ شہر سے مسلمانوں کی اکادمی بھرت میں سرید اضافہ ہو گیا۔ یہ واقعہ رات چھا کر ریاست جو ناگڑھ پر بھارتی افواج کے قبضے کے دوران پورے کاٹھیاواڑ میں مسلمانوں نے ہندوؤں کا براہ راست مقابلہ کیا ہو۔

راجکوٹ کے حالات

راجکوٹ شہر میں ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء میں کانگریسیوں اور کچھ کاٹھیاواڑی مسلم لیگ کے مبین رہنماؤں میں ایک یادگاہ سیاسی مقابلہ ہو چکا تھا۔ جس کے دوران وہاں کی قومی امن و امان رہا تھا۔ وہی راجکوٹ شہر ۱۳ دسمبر میں وہاں عارضی حکومت کا صدر دفتر ہونے کے باوجود پرسکون رہا تھا۔ صرف چند ہندو فوجیوں کی شہر میں مچول میں کچھ کشیدگی کا باعث بنی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر زمین رہنماؤں نے وہاں کے محکمہ ٹھاکر پر دیو سن سنگھ (PRADHAN SINGH) کو بلا گاہ۔ عرض کی کہ انہیں جو ناگڑھ پاکستان جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے لئے سبقتیں فراہم کی جائیں۔ ٹھاکر صاحب نے انہیں اطمینان دلایا کہ ہم آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ زمینوں نے دلیل پیش کی کہ ریاست میں تمام افسران اور پولیس والے ہندو ہیں۔ ایسی حالت میں کسی وقت کہاں حالات بگڑ جائیں تو ہمارا کیا ہوگا پھر بھی ٹھاکر صاحب اپنی مصالحتی کوششوں میں کامیاب رہے اور زمینوں نے جو ناگڑھ

پاکستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن چند روز بعد ایک بزرگ کانگریسی رہنما نے ایک مبین رہنما کو مطلع کر دیا کہ کچھ کاٹھیاواڑی مسلم لیگ کے تمام جہازوں کو نکلنے کی سازش تیار ہو رہی ہے۔ اسی شب راجکوٹ میں ہندوؤں میں واقع کچھ کاٹھیاواڑی مسلم لیگ کے دفتر میں تمام رہنماؤں اور دیگر سرکردہ افراد کی ایک فوری میٹنگ ہوئی اور دوسرے ہی روز تمام رہنما اور بہت روزہ مسلم بلین کے مدیر جناب فخر کراچی روانہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ کاٹھیاواڑی مسلم لیگ اور مسلم بلین دونوں کی فوری کارکردگی ختم ہو گئی۔

لیکن جو ناگڑھ پر بھارتی قبضے کے بعد ٹھاکر پر دیو سن سنگھ کی کانگریسی رہنماؤں کے فوری رد و انتساب سے متاثر ہونے لگے اور انہوں نے ایک جلسہ عام میں کہہ دیا کہ مسلمان بھارت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ پاکستان کی طرف لگاؤ رکھنے والے افراد فوراً راجکوٹ چھوڑ دیں۔ ان واقعات سے راجکوٹ کے مسلمانوں کی بہت قوت لگنی اور وہ بے حد مایوس ہو گئے۔ اس کے بعد راجکوٹ سے بھی مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی یہ ہجرت پچاس رہی۔

دھوراجی میں ہنگامہ

دھوراجی ریاست گوندل کا ایک اہم شہر اور زمینوں کی آبادی کا ایک بڑا مرکز تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں تقریباً آدھی آبادی مسلمانوں کی تھی۔ اس نصف آبادی میں تقریباً اٹھارہ ہزار زمین شالی کاٹھیاواڑی دیگر ریاستوں کی طرح دھوراجی کے مسلمان بھی بھارت کا جشن آزادی منانے میں ہندوؤں کے برابر شریک رہے تھے۔ اتفاقاً پولیس کے

سربراہ نے ہائی کورٹ پر گواہی کے تحت جلدی کا حکم جاری کیا اور مسلم رہنماؤں کے بھانے
بھانے پر اس حکم کو واپس لے لیا۔ لیکن اس سے ماحول میں اشتعال پھیل گیا آج
ساتھ غور و ازی ہوئی۔

ایسے حالات میں ایک فقیر تمام میاں کو جو شمس آگیا اور انہوں نے مائدہ
بالہ پیموشی انہیں کی اس طاقت پر پاکت لے کر ہم لوہے کی کوشش کی جس کے ملک
از مسلمان تھے۔ لیکن اس کے کرایہ دار ہندو تھے۔ اس طاقت کے چوکیدار نے
تمام میاں پر گولی چلا کر انہیں ہلاک کر دیا۔ دوسرے روز ایک ہندو پوسٹ میں ہر گوام
کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد کئی برادری کے پانچ سو افراد نے چند مسلمانوں کے مکانات پر
حملہ کیا جس میں مزید دو آدمی مارے گئے۔ متعدد افراد زخمی ہوئے۔ ٹوڑ پھوڑ
کی لگی۔ ایسی حالت میں دھوراجی مین جماعت نے مسلمانوں کو جیل کی صبح فارغید
کے لئے چوڑا دروازے کی تلبیہ کی اور نازید شہر کے اندر مختلف مقامات پر ادا کی گئی۔
اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے مسلمانوں کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کر دیا۔

بعد میں ریاست گونڈل کے حاکم کی رائے مندرجہ بالا پالیسی کی وجہ سے حالات بہت
جلدی معمول پر آئے۔ کیتاز اور بانٹواک لوٹ مار کے واقعات سے دھوراجی میں
کس قسم کا کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ اس کے باوجود اپنے مستقبل کے لئے فکر مند ہو کر
میںوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان ہجرت کر گئی ان کی ہجرت پُر امن رہی۔

اس وقت دھوراجی میں میںوں کی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہے یہ بڑی کے
بعد بھارت میں میںوں کی آبادی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور حوادث میں بھی سرفہرست
ہے۔

مسلم بلین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

مسلم بلین ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

جیت پور اور دیگر شہر

جیت پور کی آبادی ۱۹۴۷ء میں تیس ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں نصف
ہندو مسلمانوں کا تھا ان میں میںوں کا تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جیت پور میںوں کا ایک اہم
مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے دوران جیت پور میں امن وامان رہا۔ ہندو مسلم اتحاد
یافتگی کی طرح مستحکم رہا اس کے باوجود بھی ریاست جو ناگڈھ کے واقعات کے رد عمل
سے ملو پر یہاں کی آدمی سے زیادہ میں برادری اور دیگر مسلمان ہجرت کو گئے۔ انہیں
میں سکھ سپاہیوں کی پیر و دستیوں کے سوا ان کی ہجرت تقریباً پُر امن رہی۔

کاٹھیاواڑ کے دیگر شہروں اور گاؤں سے بھی میں خاندان بڑی تعداد میں
پاکستان کی جانب ہجرت کر گئے۔ راستے میں انہیں کبھی کبھی پریشان کیا گیا۔ ان کے اہل
عجول ملے پر ان کی ہجرت پُر امن رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر دیگر مسلمانوں کے بڑوں
خاندان بھی اپنی جائیدادیں سستے داموں فروخت کر کے پاکستان پہنچے تھے۔ تجارت کے
علاقے اور کوئی شہر سے بھی میںوں اور دیگر مسلمانوں نے کافی تعداد میں ہجرت کی کہ
سب کی غیر منقولہ جائیدادیں کسٹوڈین کی معرفت ضبط کر لی گئیں۔ ہجرت کا سلسلہ
قیام پاکستان کے بعد تقریباً پانچ برس تک جاری رہا۔

عارضی حکومت کا خاتمہ

ریاست جو ناگڈھ کا انتظام سنبھالنے کے بعد حکومت بھارت نے اس کا نظم و
چلانے کے لئے ایک ایڈمنسٹریٹر کی تقریر کی۔ اور سر شامروا کی گاتہ جی، مشروہ شکر
دھیے اور شری پتی پشیپا بہن جی پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی۔

اس کونسل کے زیر اہتمام فروری ۱۹۴۸ء میں استعوباد رائے گرایا گیا اس
میں ریاست جو ناگڈھ کے بھارت کے ساتھ الحاق کی حمایت میں ایک لاکھ نوے
ہزار آٹھ سو اکیس (۱۹۰۸۵۱) ووٹ ڈالے گئے جبکہ پاکستان کی حمایت میں

صرف ایک سو (۹۱) ووٹ نکلے مگر

اسی ماہ کا ٹھیاواڑ کی تقریباً تمام (۲۰۰) ووٹوں سے نائڈ ریاستوں کو ختم کر کے سوراٹر صوبے کی تشکیل کی گئی۔ اس موقع پر جام خرم میں سردار پٹیل کا زیر صدارت ایک شاندار تقریب منعقد کی گئی۔ جام صاحب دگو بے سنگھ جی کا نئے صوبے کے پہلے راج پر ملک دگر دھ کی مشیت سے تعزیر کیا گیا اور جناب اچھر سنگھ رائے ڈیوی کو وزیر بنا کر سوراٹر کی پہلی کابینہ تشکیل دی گئی۔

اس طرح ریاست جونا گڑھ کے علاوہ بھارت کے ساتھ الحاق شدہ کاٹھیاواڑ کی تمام ریاستوں کے وجود کا آزادی کے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں حیدر کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ عارضی حکومت کا ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء کے روز بغیر کسی قسم کی تقریب، تقریر یا رسم کے خاموشی سے خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ حقیقت کافی دلچسپ ہے کہ حکومت بھارت نے جونا گڑھ کا عارضی حکومت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا تھا حکومت بھارت نے اپنے سرکار کی افواج میں بھی عارضی حکومت کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔

اقوام متحدہ میں بھارت کے نمائندے مئی ۱۹۴۸ء سے ۲۹ فروری ۱۹۴۹ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا کہ عارضی حکومت نے بھارت سے درخواست کی تھی کہ اسے تسلیم کر لیا جائے جسے مسز وکر دیا گیا تھا۔

مگر ان دنوں صرف ۸۱ - ۸۰

۸۱ مسلم بھارت ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء

۸۲ انجیل بیک " جونا گڑھ " صفحہ ۳۱۸

باب دھم

کاٹھیاواڑ سے ہجرت

پور بندر میں پناہ

کاٹھیاواڑ کی بیشتر ریاستوں اور شہروں میں حالات کشیدہ ہوتے ہوئے بھی پرامن تھے۔ لیکن جونا گڑھ پر بھارت کے قبضہ اور بانٹاؤ کی سازش کی خوفزدہ لوٹ مار کی وجہ سے وہاں کے مسلمان خوفزدہ ہو کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ اس وقت کاٹھیاواڑ سے باہر جانے کے لئے صرف دو محفوظ راستے تھے۔ ان میں سے ایک ماسٹر نرہی ریاست پور بندر سے تھا۔ اور دوسرا ماسٹر کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست گائیگواڑ کے ماتحت لوکھا کے علاقے کا تھا۔ پور بندر کے ماسٹر سینگھ (NATHU SINGH) اور گائیگواڑ کے ماسٹر پرنٹیوی سینگھ (PRITHVI SINGH) نے ریاست جونا گڑھ کے خصوصاً گائیگواڑ کے اہل برہمن کو ان کی ہجرت کے دوران اپنا ریاست سے گزرنے اور برہمن کا سونپنا حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

جناب صیب حاجی سنگھ بھارڈوا (BARDUA) کا زیر صدارت

پور بندر سوراٹر (BARDUWAO) میں جماعت اور ڈیوی کو گائیگواڑ سے

ایک دفعہ کنگا تھیلہ دی گئی جس کے چیرمین بڑوہ اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب
 رسول خان پٹھان اور اعزازی سیکرٹری بڑوہ مین بورڈ آف سکولز کے نوجوان سپرنٹنڈنٹ
 جناب سید عبدالحق نے جو ان کے اہوں نے ان ہاجرین کو جو قسم کا سہولیات فراہم
 کیں اور ان کو اٹھا اور پیش کے راستے بذریعہ سندھ گورنمنٹ کو اپنی پہنچانے کا انتظام
 کر دیا۔ ان تمام اخراجات کا نصف حصہ حکومت بڑوہ اور بقیہ نصف مین فمز حضرات نے
 فراہم کیا تھا۔

مگر دوسرا حصہ ہاجرین راست بڑوہ کا یہ اسان بھی فراہم کر کے۔ اسی وقت
 کے راست بڑوہ کے حکمران پر تاپ سنگھ رائے کے صاحبزادے فتح سنگھ ماڈل ٹیگور
 کچھ عرصہ پہلے جہاز کرکٹ لیم کے جنرل مینٹ سے پاکستان آنے تو اسی وقت گورنر
 کے مسلمانوں نے کراچی میں ایک تقریب منعقد کر کے اسی اسان کا سرعام شکریہ ادا کیا
 جو راست بڑوہ کے ماضی میں ان پر کیا تھا۔

ہندو ریاستوں کا تعاون

پاکستان بھرت کرتے والے مسلمان خاندانوں کو پور بندر اور بڑوہ کے علاوہ
 بھارتی گورنمنٹ کے دیگر ہندو ریاستوں کے تمام سہولیات فراہم کی گئیں اور انہیں کسی
 طرح بھی پریشان نہیں کیا تھا۔ کچھ ریاستوں اور ان کے اتحاد ہندو ریاستوں نے ان مسلمانوں
 کو اپنا وطن چھوڑ کر نہ جانے کے لئے پر جوش اصرار کیا تھا۔

اوکھا کا راستہ

کاٹھیاواڑ کے متعدد ہاجرین نے کراچی پہنچنے کے لئے اوکھا منتخب کیا تھا جن
 کے بعد وہیں صوبہ کے آئے والے ہاجرین بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔
 لکھنؤ ان ہاجرین کے لئے امدادی کارروائی اوکھا میں زمین جماعت نے سنبھال

لا۔ ان کو سب تقاضات پہ پناہ دی گئی اور ہجری جہازوں میں ان کے لئے پہاڑیں کرائی
 روانہ کر دی گئیں۔ جو ہجرت کراچی سے واپس سفر میں سندھ کے بندر ہاجرین کو اٹھا
 پہنچانے تھے۔ وہ ہندو ہاجرین اپنی تمام قیمتی تحریکات کے علاوہ قریب ہجرت کی
 بیزارا مشیاء حتیٰ کہ طوطے کے پتھر تک اپنے ہاتھ لگاتے تھے۔ ہجرتی حکومت کا لوف
 ہے ان ہندو ہاجرین کے لئے رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی تھیں اور ہجرتی وہ
 جہاں چاہتے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچا دیا جاتا۔

سندھی ہاجرین

پاکستان کے حصے میں آنے والے صوبوں میں سے پنجاب کے علاقہ کوہیں بھی گولی
 فسادات نہیں ہوئے تھے۔ اس کے باوجود بھی کاکڑ نہیں رہا ان کے انتقال دلائے
 پر سندھ کے سیکرٹری ہندو خاندان کراچی سے بذریعہ ہجرتی راستہ کا تھیلہ لائی اور ہجرتی
 بھرت کرتے تھے۔ ان کی یہ بھرت مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ وہ اپنے ساتھ
 جو کچھ بھی لے سکتے تھے۔ لے گئے۔

کاٹھیاواڑ میں ان کو مسلمانوں کے خالی کئے ہوئے ہاٹوا، کپڑا، دھنسل اور
 دیگر مقامات پر آباد کیا گیا جہاں سے وہ اپنے سے کاٹھیاواڑ، بھارت اور کچھ دیگر جگہ لے گئے۔

مینی کی کارروائی

اوکھا اور پور بندر سے آنے والی سندھی سفر کی سہولیات ہاجرین کی اتنی بڑی
 تعداد کے لئے ناکافی تھیں۔ اس وجہ سے کاٹھیاواڑ اور بھارت کے خیرات ہاجرین ہندو
 ٹرین مینی بھی پہنچنے لگے۔ دیگر صوبوں سے بھی ہجرتی ہاجرین مینی آ رہے تھے۔ مینی
 میں حاجی اشعرونی انجیل پال والا کے ذریعہ انتظام مینی میں ہجرتی ہجرتی ہجرتی
 کا لوف اکٹھا کیا گیا۔ جس سے بھارت، کاٹھیاواڑ اور دیگر صوبوں سے آنے والے ہاجرین

کراچی کی بندرگاہ کے علاقہ سندھو اور راجستھان کی سرحد پر واقع کھوکھرا پار
 کے ساتھ سے بھی مختلف مہجروں کے ہزاروں ہجرت کر آئے تھے۔ ان حالات پر غور و فکر
 کرنے کے لئے جناب قاسم حسین کے قائم کردہ ریف کیمپ کے اجتماعت جو ٹریا انڈیا
 کے کٹر اگلی میں ہندو ریفنگ گنگے کے دوسریں اس وقت کراچی میں موم دینین رنڈوانا
 اور بیٹے بھول کے ایک ریفنگ گنگے کی عادی ولی نے کاسم دوا کی زیر صدارت اس
 بینک میں ہجرت کر کے بہتر منصوبہ بندی اور کسجے پرانے پر امدادی کارروائی کرنے کے
 مین برادری کا تعاون حاصل کرنے، غرض سے ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا فیصلہ
 کیا گیا۔

پاکستان کی سر زمین پر منعقد کرنے والے مینوں کے اس پہلے جلسہ عام کو جو
 مظلوم انسانیت کی خدمت کے جذبہ کے تحت منعقد کیا گیا تھا۔ کامیاب بنانے کے لئے
 چند سماجی کارکنوں اور مصلوفا میورا ریفنگ مسلم لیگ کے نائب صدر جناب عبدالغنی
 دوا کے بہت زحمت اٹھائی تھی۔

یہ جلسہ عام نومبر ۱۹۴۹ء کے وسط میں بھارتیہ اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر
 جناب عبدالقادر بھٹو لاکھنؤ کے زیر صدارت بمبئی ہانا کے بڑے چوک میں منعقد
 ہوا تھا۔

مینوں کے جلسہ عام میں مصلوفا قوم کے عظیم رہنما آدنی عادی داؤد نے بھری
 اور بھری راستوں سے گزرتے ہوئے ہجرت کر آئے کے سیلاب سے پیدا ہونے والی حالات
 کا جائزہ لیا، انہوں نے مین برادری میں مظلوم انسانیت کے لئے انہام دی گئی ساری
 خدمات اور مصلوفا بہادر کو بڑے زلزلوں کے دوران مین ریفنگ کیمپ کلکتہ کی
 اس کی خدمات یاد دلانے، آخر میں انہوں نے پاکستان جیسے نرڈا بد ملک کے ساتھ پیش
 آنے والے دشمنوں کے ساتھ کونکے کے لئے ایک ایسی ہی مین ریفنگ کی قائم
 کرنے کے لئے زور دیا۔

جلسہ کے دیگر مقررین نے ان کی اس تجویز کی تائید کی اور اسی وقت ایک مین
 ریف کیمپ تشکیل دی گئی۔

عادی ولی محمد قاسم دادا کو اس کیمپ کا صدر، کاتھیا والا کے سرکردہ سید کی رہنما
 اور کچھ کاتھیا والا مسلم لیگ کے صدر جناب عثمان عیسیٰ بھائی مین اور جناب عبدالغنی
 اور بھائی دال کو نائب صدر اور عادی عبداللطیف ابراہیم دال کو کونرا کی مقرر کیا گیا۔
 اور ان کی سیکرٹری کی ذمہ داریاں جناب عبدالقادر لاکھنؤ کے ٹیڈ کی تھیں، جو اسٹ
 سیکرٹری کے عہدے کے لئے جناب عبدالغفار چھوٹائی اور جناب سیماں آدم کا انتخاب
 کیا گیا۔ اس ریف کیمپ کی میننگ میں اس وقت کے تقریباً تمام مین رہنماؤں کو شامل
 کیا گیا۔

اس کیمپ کی سات سالہ کارکردگی میں عادی ولی محمد دوا نے شروع کے پانچ
 سال اور جناب احمد الی۔ ایچ۔ جھڑنے آخری دو سال صدر کے فرائض انجام دیے
 اور ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے جناب عبدالقادر لاکھنؤ نے چار سال، جناب ایم
 آئی مرچنٹ نے ایک سال اور جناب عبدالعزیز خان والاس نے آخری دو سال خدمات
 انجام دی ہیں۔

کھوکھرا پار میں امدادی کارروائی

مین ریف کیمپ کے تشکیل کے بعد فوراً کھوکھرا پار اسٹیشن پر اندرونی کارروائی
 شروع کر دی۔ کھوکھرا پار ریلوے، راجستھان کی سرحد پر آگیا کے علاقے میں مین
 ریل کے فاصلے پر ریل پلار بنوے اسٹیشن تھا۔ اس کے اطراف میں ریلگن پھیلا
 رہا ہے۔ بھارتی ٹرینیں سرحد تک آتی تھیں اور وہاں سے ہجرت کر کے سامان
 اور والیکھون کے ساتھ چلیج کی دھوپ میں پیدل کر اسٹیشن تک پہنچا جہاں
 تھا۔ وہاں کوئی سولری یا جانور تو دکان پر پانی تک قیصر نہیں تھا۔ اس وقت جیڈا پار

سے ایک ٹرین دو باروں کے بعد ہنگامہ جاسرین کو لے جاتی تھی ایسے بے بسیا
رکت نہ ہونے کی صورت میں سے ہر اور کھوکھرا پارسی ہمارے کڑی و مشکلات
کھانا تھا۔

سب سے پہلے سین، ریف لیٹل نے ملازمت کو غور سے دیکھ کر سے بچانے کے
لئے کھوکھرا پارسیوں پر ایک وسیع و وسیع مابیان تعمیر کروایا۔ مدد خانہ تقریباً ایک
ہزار ہا جاسرین کو پکڑا کھانا فراہم کرنے کے انتظامات کے لئے کھوکھرا پارسی
ایک سسٹم پھونکا (Coca) سے بندھ کر ایسے ٹیکس پانی ٹھکانے کا بھی بندھ
کیا۔ لیٹل کی کوششوں سے ٹرین جب سڈان کھوکھرا پارسی آنے لگی تھی اس کے بعد
ٹرین کی آمد میں فرقہ خور۔ میں پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے مٹی کی بڑی بڑی ٹینوں
کو لائیں۔ بس ایک حادثے کے پیش نظر ابتدائی مٹی امداد کے سامان کا بھی انتظام
کیا گیا تھا۔

کیپ سپرنٹنڈنٹ کے عہد پر سب سے پہلے جناب سلیمان کو فوجی نے اور بعد میں
جناب عبدالغفار چھوڑا۔ بعد میں جناب قاسم سلیمان نے خدمات انجام دی تھیں۔ کیپ
انچارج جناب ستارہ جونی تھے۔

کھوکھرا پارسی بچے والے جاسرین میں اگرچہ معینوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن
جاسرین راجستان، بونپ، بہار اور بھارت کے دیگر صوبوں اور دیاستوں سے
تعلق رکھنے والے معینوں نے انہیں اپنی روایت کے مطابق کھوکھرا پارسی کے اہتمام کے بغیر
برطانیہ کی سپر تیس مینا کی۔

کراچی کی کارگزاری

سین ریف لیٹل کا کام جاسرین کو کھوکھرا پارسی سے روانہ کرنے پر ہی محدود
رہا۔ لیٹل نے کراچی میں مختلف مقامات پر گیارہ کیپ قائم کئے تھے۔ کھوکھرا پارسی

سے آنے والے جاسرین کو ان کی بچوں کو پہنچا دینا تھا۔ اور ان کو فوجی کے
کام سے ہٹا کر کام کرانے کو بھیج دیا۔ جاسرین کے اس سبب میں کراچی کا بندھ
سے آنے والے جاسرین بھی شامل ہو جاتے تھے۔ سین ریف لیٹل نے موجودہ وقت کے
ایک عرصہ میں کراچی میں مدد، انتظامیہ اور کھوکھرا پارسیوں کے
ایک ڈسٹرکٹ کے نام سے مشہور تھا۔ عید گاہ کے علاقہ میں واقع سین ریف کے
ایک دکان کی کچھ عمارتوں وغیرہ میں اپنے ریف کیپ قائم کئے تھے۔ ان کا کام
میں ایک ذات پندرہ سے بیس ہزار جاسرین کو مہولتیں فراہم کرنا تھا۔ ان کا کام
کراچی کا انتظام سنبھالنے کے لئے ایک واسطی کو تشکیل دیا گیا تھا۔ جس کے کپتان
گمرانی کے عہد میں شامیہ ریف لیٹل تھے۔ کارکنوں کے ہنگامہ میں ریف
لیٹل نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کئے تھے۔ بعد میں اس خرچ میں اضافہ
ہوئے۔ آخری سالوں میں یہ خرچ ساٹھ لاکھ روپے تک پہنچ گیا تھا۔
لیٹل کے پاس کم لاکھ کی رقم تھی۔ تمام تر اخراجات کیٹی کے گرانٹ سے ہوتے تھے
کچھ امداد بغیر ملے بھی مل جاتی تھی۔ چنانچہ لیٹل کو کبھی بھی دیگر امور سے امداد طلب
کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

سرکاری سہولتیں

سین ریف لیٹل کی کام بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ لیٹل
کے عہد میں ایک عسکر شری احمد جونیٹ سیکرٹری وقت کی صورت میں کام کر رہے
لیٹل کے لئے کھوکھرا پارسی شریف نے مٹے۔ اس وقت حکومت نے سر کھوکھرا پارسی کی
یوٹی پر مشتمل اسپیشل ٹرین انہیں بنایا تھا۔

کھوکھرا پارسی کے جاسرین کے لئے تمام امدادی سامان کراچی سے بندھ کر
کھوکھرا پارسی لایا جاتا تھا۔ جاسرین کے لئے کراچی کی امداد دولت میں بہت بڑی

پیدا ہوئی تھی۔ کھوکھرا پار میں امدادی سامان کی ہر وقت رسید نہ پہنچنے کی وجہ سے بہت مشکلات پیدا ہو گئیں۔ حکومت کو بہت گزارشات کرنے کے باوجود بدلتی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور آخر کار کمیٹی نے کھوکھرا پار میں اپنا ریلیف کمپ بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اخبارات میں شائع ہوتے ہی مہاجر کشنر جناب عزیز اللہ، ریلیف کمیٹی کے سیکریٹری جناب عبدالعزیز داد والا کی رہائش گاہ زینب منزل واقع گاڑی کھار رات کے گیارہ بجے پہنچے اور کہا کہ گوڈر منزل غلام محمد نے پیغام بھجوایا ہے کہ کھوکھرا پار کا ریلیف کمپ بنو گیا جائے اور ہذریعہ میٹیرام وراں امدادی کاروائی جاری رکھنے کی ہدایات دی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اگلے روز ہی اگلے روز ہی سے کھوکھرا پار کے لئے وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ ریلوے سروس کا کال ہو گئی۔ امدادی سامان اور پالی کی رسید باقاعدہ ملنے لگی۔ اس کے علاوہ حکومت نے کمیٹی کو سپیس تھراپن گندم بھی دی۔

[illegible]

باب گیارہواں

جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ کے بعد تین ماہ سے زائد عرصے تک حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ میں جوناگڑھ پر بھارتی قبضے سے متعلق بھارت کے خلاف کوئی فریاد نہ کیا تھا۔ یا اس معاملے کی اطلاع تک نہ دی تھی۔ اقوام متحدہ کا صدر دفتر اس وقت نیویارک کے نزدیک لیک سکسیس (Lake Success) کے مقام پر واقع تھا۔ وہاں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر مسلسل بحث ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ سلامتی کونسل نے بھارت کے خلاف فریاد داخل کی تھی کہ بھارت کے ساتھ ملحق ریاست کشمیر پر پاکستان نے قبضہ کرنے کے لیے چڑھائی کرنا ہے۔ پاکستان نے اس معاملے میں بھارت کے خلاف جو ای فریاد داخل کروا دیں جو ای فریاد کے ضمن میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے عدلیہ کی شکایت کی ہے۔ یہ عدلیہ کے ساتھ ایک خط لکھا تھا کہ گجرات اور اسی خط میں جو ای فریاد دیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے اس کو مسترد کر دیا تھا۔ جسے عدلیہ ٹائون قسطی کے ایسے جج نے مسترد کر دیا تھا۔ جس نے عدلیہ ٹائون قسطی کے ایسے جج نے مسترد کر دیا تھا۔

اقوام متحدہ میں

اسی وقت وزیر کے اخیر میں چلے گئے تھے۔ ملک پر اڑان ۱۲ سی اور ڈی میں
 صلاحی کوشل سے گزرتی ہے کہ وہ کیش و کیشوں کے ذریعے۔

اسی جو ناگڈھ، مانا اور دیگر ریاستوں کے کاٹھیاواڑ جو پاکستان سے
 الحاق کر چکے ہیں ان میں سے چند شمالی لوگوں اور سول حکام کو ہٹا کر یہ ریاستیں
 قانونی طور انوں کے حوالے کر دی جائیں۔

ڈی ایچ ریاستیں میں کاٹھیاواڑ میں کیا گیا ہے ان کے باشندوں کو جو ان
 ریاستوں سے جبراً نکال دیئے گئے یا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ انہیں دوبارہ اپنے
 مکانات، زمینیں اور جائیداد واپس دلوانے ہیں اور انہیں اپنا حق مانگے اور ضرورتاً
 کے قریبوں، سول حکام اور شہریوں کی غیر قانونی کارروائی اور کارروائیوں کا وجہ ہے جو
 نقصانات ہوئے ہیں ان کا معاوضہ دلویا جائے۔ جو ناگڈھ کے مسئلے کی تفصیل دس اور ۱۲
 کے پر اڑان ۱۲ اور ۱۳ میں درج کی گئی ہے۔

"جو ناگڈھ میں شہر کے وسط تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو کسی کے لئے بھی
 ریاست کا مسلم رعایا کے لئے یا غیر مسلم رعایا کے لئے باعث شکایت ہو۔ جو ناگڈھ نے
 قانونی اور قانونی طریقے سے پاکستان سے الحاق کیا۔

"وزیراعظم جو ناگڈھ کے پاکستان سے بار بار اپنی حکومت پاکستان سے
 سوال حکومت ہند کے ساتھ اٹھایا اور وزیراعظم جو ناگڈھ کو یہ ہدایت کرتے رہے کہ
 وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے برٹش یا غیر برٹش کا امکان ہو۔

"پاکستان نے اپنی کوئی نوع جو ناگڈھ میں بھیجی حالانکہ صرف اس کو یہ حق حاصل تھا
 جو ناگڈھ نے پاکستان سے الحاق کیا تھا اور دفاع الحاقی کی شرائط میں سے ایک ہے۔ بلکہ وہ
 ایسا کرنے کے لئے پابند تھا۔

میں لوگوں کو مانگے کہ اس قدر ضبط کرنے میں اور جو ناگڈھ میں نہیں

۲۹۳ تا ۲۹۴ صفحہ

لوہیں نہ سمجھتے، پاکستان کے لئے اس کی یہ دوسری طرف اور چلی جا رہی
 پاکستان کے جو ناگڈھ میں اپنی قومیں ہندو کی حکومت میں کاٹھیاواڑ اور جہانگیر
 اسی تشریح کا چکا ہے کہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا کہ حکومت ہند اور حکومت پاکستان
 کی مسلح قوتوں کے درمیان ہمارا ساتھ نہ کر جو کہ بعد وفاق، عدالت کے بعد ان کے ملک
 چلا جائے۔

"جو ناگڈھ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس کا دور صرف یہ ہے کہ اس معاملے میں
 حکومت پاکستان نے مناسب ضبط کیا۔ یہ جو قوموں کی صورت حال تھی
 اس کے بعد جو ہند کی طرف ان کے لئے اس معاملے کے ایک اور اجماع کی
 طرف سلامتی کوشل کے ارکان کی توجہ دلائی۔

انہوں نے کہا

"بھارت اس وقت جو ناگڈھ میں استعجاب ہائے کی تیار کر رہا ہے جو ناگڈھ
 کا معاملہ اس وقت سلامتی کوشل میں زیر بحث ہے۔ ریاست میں جو قوموں کی حالات
 استعجاب ہائے کے لئے حوالہ نہیں ہیں۔

"میں جس بھارت کے اس ارادے کا علم ہوا تب جم لے سلامتی کوشل کے صدر
 کی معرفت بھارتی وفد سے لپڑے کے ذریعے حکومت بھارت کو ان حالات کا یہ ارادہ
 ملتوں کرنے کی درخواست کی تھی۔ بھارتی وفد کے لپڑے کوشل کی ۱۷۷۵ء میں
 میں مطلع کیا تھا کہ انہوں نے یہ درخواست اپنی حکومت کو پہنچا دی ہے۔ لیکن آج
 بھارتی وفد کے ایک رکن سر ویدو دی نے اپنی حکومت کی طرف سے اطلاع دے کر
 استعجاب ہائے کی تیاریاں اتنی آگے بڑھ چکی ہیں کہ اب حکومت کو یہ بھی پتا چلا ہے
 چوہدری ظفر اللہ خان نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں کہا۔

۲۹۳ تا ۲۹۴ صفحہ

۲۹۳ تا ۲۹۴ صفحہ

سوال: اگر ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اسے کیا سزا دی جائے گی؟

۱- در صورتی که در یک سال دو بار باران ببارد و در هر بار باران
 ۲- در صورتی که در یک سال دو بار باران ببارد و در هر بار باران
 ۳- در صورتی که در یک سال دو بار باران ببارد و در هر بار باران
 ۴- در صورتی که در یک سال دو بار باران ببارد و در هر بار باران

52

-3-

"یہ غیر ضروری اور دراصل غیر مناسب سمجھا گیا کہ ہند کی ریاستوں کو اس ہائیڈرو گریڈ کے زیر اس قسم کی کوئی نمائندگی رکھ کر کہ وہ بلا قیاس کسی بھی ڈومین کے الحاق کر سکتی ہیں حکومت حال کو مزید پیچیدہ کیا جائے۔"

کشمیر کے الحاق کے متعلق پاکستان کی شکایت میں تذکرہ ہے کہ یہ الحاقی عوام کی بھاری اکثریت کے مرضی کے خلاف ہے اور کسی بھی اخلاقی، آئینی، جغرافیائی، اقتصادی یا مذہبی وجہ سے غیر مناسب ہے۔

اسی کوئی پر جو ناگٹھ کو پرکھنا چاہیے، کیا پاکستان یہ کہہ سکتا ہے کہ جو ناگٹھ کا پاکستان سے الحاق اکثریت کی خواہشات کے بین مطابق ہے؟ کیا پاکستان یہ مرعفا کہہ سکتا ہے کہ جو ناگٹھ اور مانا دور کا الحاق، اخلاقی، جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجوہات سے مناسب ہے؟

ریاست جو ناگٹھ میں کرائی گئی رائے شماری کے بارے میں مسٹر ویلوری نے کہا کہ رائے شماری کا پروگرام جنوری کے وسط میں ہی ترتیب دے دیا گیا تھا، اور اس کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

تاہم حکومت ہند نے یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر مستقبل میں حالات کا یہ تقاضا ہو کہ ان رائے شماری کرائی جائے۔ اور غائبہ پاکستان نے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو بلاشبہ مناسب نگرانی میں اس کا اہتمام کیا جائے گا۔

مزید تقاریر

مسٹر ویلوری کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کے بعض نکات پر جو ہری ظفر اللہ خان نے بحث کی۔

مسٹر "جو ناگٹھ" صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷

مسٹر "جو ناگٹھ" صفحہ ۳۱۰

"جب جو ناگٹھ کا سوال آیا تو حکومت ہند نے پہلے بار رائے عامہ کا سوال اٹھایا۔ ہم نے اسی کو مسترد نہیں کیا۔ ہم نے جو کچھ کہا کہ وہ ہے کہ صرف جو ناگٹھ بلکہ ان تمام ریاستوں کا جن کے متعلق اختلاف ہو اس اصول کے تحت فیصلہ کیا جائے۔ اور اس پر ہم اب بھی قائم ہیں۔"

بھاری یہ درخواست ہے کہ کشمیر اور جو ناگٹھ سے حکومت ہند اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ دونوں میں سے کسی بھی ریاست میں پاکستان کی فوج موجود نہیں رہا اس کے بعد بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آئیٹکر نے مسئلہ جو ناگٹھ پر اپنی حکومت کی پالیسی کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ

"میں نے اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ممکن ہو تو استعواپ رائے کو ملتوی کر دیا جائے اور حکومت ہند اس نتیجہ پر پہنچی کہ استعواپ رائے کے انعقاد کے انتظامات اس حد تک مکمل ہو چکے تھے کہ اگر یہ کام معطل کر دیا جائے تو اس بات کا خدشہ تھا کہ اس سے انتظامی انتشار پیدا ہوگا۔"

آخری تقریر

مسٹر آئیٹکر کی طویل تقریر کے بعد جو ہری ظفر اللہ خان نے بعض نکات کی مزید وضاحت کی انہوں نے خصوصاً کہا کہ

"کرائی کے دوران اخبار میں دو برطانوی نامہ نگاروں کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ووٹ ڈالنے میں رازداری سے قطعی کام نہیں لیا گیا۔ اور جو پلیٹ میسر رائے دہندگان کو دیے گئے تھے ان پر نمبر چپے ہوئے تھے جس کے راز دینے والے کی پہچان بہ آسانی ہو سکتی تھی یہ نامہ نگار اس وقت جو ناگٹھ میں

مسٹر "جو ناگٹھ" صفحہ ۳۱۷ تا ۳۱۸

مسٹر "جو ناگٹھ" صفحہ ۳۱۷ تا ۳۱۸

موجود تھے۔ اور استصواب رائے کا انعقاد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۱۳۴
انہوں نے مزید کہا کہ

۱۴ کیا وزیر اعظم کو یہ اختیار تھا کہ وہ ریاست کا نظام حکومت ریجنل کمشنر کے سپرد
کر دے؟ یہ پہلی بات۔ ثانوی حجت کے ماسواہ وہ صورت حالات جس کی وجہ
سے ریجنل کمشنر کو یہ درخواست کی گئی وہ حکومت ہند کے ان اقدامات کا نتیجہ تھی جو
وسط ستمبر اور اس کے بعد اقتصادی رکاوٹ ختمی کی راہ ریاست پر چلے اور عارضی
حکومت کی بہت افزائی کی شکل میں رونما ہوئے۔ میری یہ مکرر دلیل ہے کہ چونکہ
یہ حالات حکومت ہند سے پیدا ہوئے تھے اس لئے ۹ نومبر کی شام کو ریاست میں
ہندوستانی انواع کے داخلے کا کوئی جواز نہیں ۱۳۵

۱۵ کشمیر میں عوام نے مباراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے ان کی
فوج شکست خوردہ ہو کر منتشر ہو گئی ہے اور مباراجہ کی حکومت ریاست کشمیر کے
صرف ایک حصہ پر قائم ہے وہ لوگ جو مباراجہ کے خلاف فکلی بغاوت پر اتر گئے
ہیں۔ انہوں نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ وہ مباراجہ کی واپسی کو ناپسند کرتے ہیں
اور ان علاقوں میں مباراجہ کو کوئی اختیار نہیں۔ اگر مٹراؤنگر کے کہنے کے مطابق
ان سوالات کا فوری طور پر فیصلہ ہونا چاہیئے تو کشمیر میں بھی ایسا ہی کیا جائے
ایک طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر ہندوستان سے الگ اور مباراجہ
کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ اور دوسری طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر
پاکستان سے الگ اور مباراجہ سے بچھڑکارا جانا چاہتا ہے؟ اگر جونا گڑھ کے
متعلق بھی اس تجویز پر عمل کیا جائے۔ ۱۳۶

- ۱۳۴ "جونا گڑھ" صفحہ ۳۸۶
- ۱۳۵ "جونا گڑھ" صفحہ ۳۸۶
- ۱۳۶ "جونا گڑھ" صفحہ ۳۸۶

۱۳۴ "میری گذارشیں" ہے کہ سلامتی کونسل کا اصول کے سوال سے تعلق ہے اگر اس
معاہدے کی تاریخ ماضی کو چھوڑ کر دونوں ڈومینین اس اصول کو تسلیم کر لیں تو
دونوں ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ بذریعہ استصواب رائے حل کیا جائے تو حق و انصاف کا
تقاضا ہے کہ دونوں معاملات میں استصواب رائے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہو۔ کوئی
شبہ و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے کہ استصواب رائے میں ایک یا دوسرے طریق کی طرف مائل
کئی ہے یا ایک قوم کو دوسری قوم کے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہے۔ یہ بے کشمیر اور
جونا گڑھ کے معاملات کا لب لباب ۱۳۵

بحث کا خاتمہ

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کے بعد سلامتی کونسل کے صدر نے مسئلہ جونا گڑھ کی
بحث کے خاتمہ کا حسب ذیل الفاظ میں اعلان کیا۔
۱۳۴ "سلامتی کونسل کے ممبران کو یاد ہو گا کہ مٹراؤنگر کو پال سواجی اینڈر کا اپنی حکومت سے
مشورے کے لئے روانہ ہونے سے قبل سلامتی کونسل مسئلہ کشمیر کے حل کی شرائط پر غور کر رہی
تھی۔ گزشتہ دو اجلاس میں ہندوستان و قند کی سہولت کی خاطر مسئلہ جونا گڑھ پر
بحث ہوئی۔

میری رائے میں مسئلہ کشمیر کے حل کی جدوجہد کا وقت آ گیا ہے اور اس کے بعد
برائشہ مسئلہ جونا گڑھ کا۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ آج کا اجلاس طوری کیا جائے اور
مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس۔ اجلاس بروز بدھ رکھا جائے مثلاً
اس طرح سلامتی کونسل میں مسئلہ جونا گڑھ کی بحث دو روز میں ختم کر دی گئی۔
اس کے دو ماہ بعد اپریل ۱۹۴۷ء میں بھارت نے اپنے علاقے سے پاکستان کی

- ۱۳۵ "جونا گڑھ" صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۲
- ۱۳۶ "جونا گڑھ" صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳

میں نے اپنے دوستوں کا ہاں مل گیا اور بعد ازاں کسٹمرز کی ٹیم کی پیشکش قبول کی گئی۔
 یہ تھا پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑ گئی جو کشمیر کے مسئلے تک محدود
 رہا۔ اس وقت کے اندر میں اقوام متحدہ کی کوشش سے غامض تبدیلی عمل میں آئی۔
 تحقیق اکتال کے دوران چند سال تک اقوام متحدہ میں مشد کشمیر پر جوشی بحث
 ہوتی رہی۔ اس وقت کشمیر کی طرف ریاست جود راکار اور سلطنت جونا گڑھ بھی تھارتی
 تھے۔ ان کے بعد بھارت کی وجہ سے مشد کشمیر کی بحث کے دوران ان دونوں ریاستوں کا
 بھی لگا ہوا کہ یہ تھارتی تھیں جونا گڑھ کو ایک جدا گانہ مسئلے کے طور پر پیش کرنے کی بھی
 کوشش نہیں کی گئی۔

امید کا خاتمہ

اس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں دو
 سہ جنگیں ہوئیں۔ ان دونوں جنگوں میں کشمیر ایک اہم سوچ رہا تھا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ
 کے بعد دونوں فریقین کے درمیان غلط معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ اس معاہدے میں
 دیگر معاملات کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ آئندہ سے دونوں فریقین پاک بھارت
 معاملات صرف اپنی طرف سے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تک حکومت
 پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں مشد کشمیر کو زیر بحث لانے کی کوششیں ہوتی رہیں
 لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس قسم کی کول کوشش نہیں کی گئی اور چونکہ فروری ۱۹۷۱ء میں
 ملہو ناگڑھ کو مشد کشمیر کے ساتھ منسلک کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے ۱۹۷۱ء
 کے بعد اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں دوبارہ پیش کر کے کی توقع بھی تقریباً ختم ہو گئی ہے۔

باب بار ہواں

چالیس سالوں کے دوران

مالوسی کا سفر

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مشد جونا گڑھ پر فروری ۱۹۴۹ء میں ممبر
 اور زمکمل طور پر بحث ہوئی اور بعد میں مشد کشمیر کی بحث کے دوران اسی مسئلہ
 کا وقتاً فوقتاً مختصر ذکر ہوتا رہا۔ اس عرصہ کے دوران پاکستان پہنچنے والے جونا گڑھ
 مانا ودر، ڈاکوول، سرور گڑھ اور بانٹھا کے مسلمان اقوام متحدہ میں ہونے والی بحث
 کی خبریں ریڈیو پر بڑی دلچسپی اور امید کے ساتھ سنتے تھے۔ بین الاقوامی ایجنسیوں
 سے بے خبر یہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کسی بھی وقت
 جونا گڑھ واپس مل جانے کا اعلان کریں گے۔ اور وہ لوگ جلد ہی شاداں درخان
 اپنے آبائی وطن واپس پہنچ جائیں گے۔

لیکن وقت گزرتا گیا۔ اقوام متحدہ میں بحث کے دوران جونا گڑھ کا ذکر کم سے کم
 ہوتا گیا اور ان لوگوں کی امیدیں آہستہ آہستہ مالوسی میں تبدیل ہونے لگیں۔ اس
 کے بعد جونا گڑھ کو نام بین الاقوامی سطح پر کوئی بھی قومی سطح پر بھی شایہ نہیں تھے
 میں آتا ہے۔

اتوأم متخده كو عرضداشت

سہ ماہی کو فصل نے مسد جو ناگدھ کی بھٹ ختم ہو جاتے کے چند ماہ بعد
قوام متحدہ کے پاک بھارت کمیشن کے چیئرمین مرزا غفریہ لوز الوٹسٹ^{۱۹۴۹} کی ابتداء
میں کراچی آئے۔ اس وقت ریاست جو ناگدھ کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں ایک
عرضہ اشد پیش کی گئی۔ جس میں بھارت کہ میں الا تو امی قانون کی خلاف ورزی کہتے
ہوئے ریاست جو ناگدھ پر قبضہ اور نتیجہ ریاست کے مسلمان باشندوں کو جن مسیح
سے گزندنا پڑا۔ ان کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس درخواست میں یہ بھی بتایا گیا
تھا کہ حکومت پاکستان الحاق جو ناگدھ کو تسلیم کر لے کے اور جوہں یہ سب کچھ غلاموں
سے دیکھتی اور غیر فعال رہی ہے اور جو ناگدھ کے مسد کو کشمیر کی آڑ میں پیش
ڈال دیا گیا ہے۔

ہندوئی چند برسوں میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں بھارتی جہاز کی طرف سے
بھی کچھ بار مسئلہ جو ناگدھ اٹھانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جو کہ ناکام رہیں۔

آج کا جو ناکڈ

برصغیر کی آزادی کے آٹھ ماہ بعد جو ناکہ ٹھہر سمیت کانٹیا دار کی تمام باتوں پر مشتمل ایک صوبہ سواراٹھر تشکیل دیا گیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں سواراٹھر کو عظیم تر صوبہ بیٹی کے ساتھ شامل کر کے اس کے علاوہ وجود کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں صوبہ ہماراٹھر نے صوبہ پیش سے بیٹی شہر چھین لیا اور بقیہ تمام علاقے کو صوبہ بھارت کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ اس تمام مرحلہ میں جو ناکہ ٹھہر ایک ضلع کا مقام دیا گیا تھا جس کی سرحدیں تبدیل ہوتی رہتی تھیں موجودہ ضلع جو ناکہ ٹھہر نسبت سابقہ ریاست جو ناکہ ٹھہر کے کوئی وسیع علاقے پر محیط ہوا۔ ریاست پر بھارتی قبضہ کے بعد مسلمانوں خصوصاً مسین برادری کی بڑے

145

پیمانے پر ہجرت کے بعد اسی پورے علاقے کی معیشت میں لہر لہی مچ گئی۔ لوگ
 ہی ریاست کے سب سے بڑے صارف (CONSUMER) تھے بہت
 سی چھوٹی چھوٹی صنعتیں بند ہو گئیں اور اسٹے، سی کارنگر اور مختلف اشیاء کے چھوٹے
 چھوٹے دکاندار بیکار ہو گئے تھے۔ مقامی ہندوؤں اور مسلمانوں سے آنے والے ہندو
 مہاجرین کی کوششوں کے نتیجے میں پانچ سات سال بعد حالات بہتر ہو گئے۔ پر آنے شروع
 ہو گئے تھے۔

اس کے باوجود حکومت بھارت سابقہ ریاست جو ناگڑہ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے دانستہ طور پر کوئی سکیمیں نافذ نہیں کرتی تھی۔ حکومت ہند کی یہ دانستہ لا پرواہی سال ۱۹۶۱ء تک جاری رہی۔ شملہ معاہدے کے بعد حکومت بھارت کو شاید یہ یقین ہو گیا کہ حکومت پاکستان اب ریاست جو ناگڑہ کے لئے کوئی دعویٰ نہیں کرے گی چنانچہ اس کے بعد جو ناگڑہ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے بڑے پیمانے پر کوششوں کی ابتداء ہوئی یہ علاقہ پہلے ہی قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال تھا۔ اب جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ متعدد صنعتیں قائم ہوئیں جس کی وجہ سے یہ علاقہ بڑی تیزی کے ساتھ اقتصادی ترقی کے مراحل طے کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی تاریخی یادگاروں کے سبب وہاں سیاحت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یہ بات دلچسپی کے خالی نہیں کہ حکومت بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں آج تک سیاحت کے علاوہ کسی بھی بڑی صنعت کی بنیاد نہیں ڈالی۔

اس صنفی ترقی کا تقریباً تمام تر مفاد ان ہندوؤں کے ہر نفس میں ہے جو یہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ مسلمانوں میں سے گھروں، خانوں، کے مکان کچھ آسودہ حال ہیں ان کے سوا تمام مسلمان یا تو غریب ہیں یا بچے خواہے جیسے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ڈراؤنڈ، کدھر، پھیری والے، مزدور اور چھوٹے چھوٹے دکاندار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

دونوں شامل ہیں آج بھی فوجی دور حکومت کو سب سے بڑی محبت اور درخشاں کی
ساتھ یاد کرتے ہیں اس دور میں انہیں جو تعلیم، عادت، سماجی اور مذہبی پرورش
جو صد افرائی اور آسائشیں ملتی تھیں۔ وہ ان کے ماضی کی یاد کا خوشگوار تصور بن
گئی ہیں جو ناکھو کے ہندو مصنفین نے سابقہ ریاست کے بارے میں جو کچھ بیان کیا
کی ہیں اس میں صرف نواب مہابت خاں کی پاکستان سے الگائی کے متعلق تردید
کے لئے اس کے سوانحی دور حکومت کے خلاف کوئی شکایت یا الزام تراشی نہیں
ملتی۔

تاریخی یادگاریں

نواب خاندان کے تقریباً تمام عمارت کا اسی وقت سرکاری و فائر کے طور پر
استعمال کیا جا رہا ہے۔

موت باغ، جہاں متعدد اقسام کے درخت، پودے اور نباتات کا وسیع
آٹھ لایا گیا تھا، وہاں اسی وقت ایک ایگر بیکرل کاٹا گیا تھا۔ کاشیادار
کے سب سے پہلے پبلک ٹیبرن ہونے کا خصوصی اعزاز رکھنے والی بہادر خاں
وہ پوری آج بھی اسی نام سے موجود ہے اور ہر سال لاکھوں قارئین، طلباء و دانشور
یہ تحقیق تہنید ہوتے ہیں۔ اسی طرح جیل شاہ واکار کی یاد میں قائم کی گئی
پیر و سس پاپٹل آج بھی ہزاروں مریضوں کی خدمت کر رہی ہے۔ واکار کی پڑائی
چند واقع جیل شاہ واکار کے بچے کی رہ گئی آج بھی بچنے کی طرح قائم و دائم ہے
نواب بہادر علی جہور اور حسین خاں کے متعلق مقامات کی اہمیت میں بھی کوئی
کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا۔

جو ناکھو جی پبلک ہسپتال کے بعد سردار پٹیل اور دیگر ہندو رہنماؤں
نے سونا تھ کے سب سے بڑے کھیل کے طور پر کیا تھا، اور ان کی لڑائی اور فیر تعمیر
کا اعلان کیا تھا۔ اس کام کے لئے ۲۰۰۰۰۰ روپے کی رقم جمع کی گئی اور پلے

اور شام ۵ بجے اس گاندھی نے عوام کی جانب سے کیا جانے والا ہر روز کا اعلان
کیا تھا۔

بعد از مرگ تعمیر ہو جانے کے بعد مہارت کے بعد راجہ راجہ راجہ راجہ راجہ
کا افتتاح کیا۔ لیکن یہ نئی تعمیر ماضی کی عمارت کے مقابلے میں کوئی خاص بڑی یا
فیادہ نہیں ہے۔ ماضی میں روزانہ ہزاروں عقیدت مند سونا تھ کے ماضی کے
لئے آتے تھے۔ اس کے مقابلے میں فی الحال روزانہ صرف بعض سیاح اس کو
دیکھتے آتے ہیں۔

۱۳ دسمبر ۱۹۵۷ء کے روز جہاد الدین کاٹے کے وسیع احاطے میں سردار
ولید جہاں پٹیل نے ایک تقریر کی تھی جس کے دوران کچھ حاضرین نے جہاد الدین
کاٹے کا نام بدلنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں سردار پٹیل نے جیل واکار میں
کو ایک عظیم عظم قرار دیتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا تھا اور ان کی یاد میں
قائم کئے گئے اس کاٹے کا نام بدلنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ کاٹے آج
بھی موجود ہے اور چند ہی سال بعد اپنے دور کا نقشہ کالونی دیکھنے والی ہے۔

مہابت خاں کی انتقال

نواب مہابت خاں کی انتقال کے بعد اپنے ال خاندان کے ہر فرد کے
علقے میں ہر قسم کی خدمت کی ایک جگہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کے لئے کوئی
لڑائی یا کام نہ تھا اور ان کی نواب صاحب اپنی زندگی کے دوران ہر وقت ہی
کم و بزرگ تھے۔

جو ناکھو اسٹیٹ کونسل نے فیر مہارت کو ریاست کی عمارت کے سپرد
کر دیا تھا اور کیا تھا۔ اس کے بعد ہی ناکھو کی تعمیر و ترقی کے
نواب مہابت خاں کی کوششوں کی طرح ان کے انتقال کے بعد ہی ناکھو کی تعمیر و ترقی

نواب مہابت خانگی کی یاد میں کراچی کی ایک مشہور سڑک اسٹیک منٹ روڈ
(EMBANKMENT ROAD) کو نواب مہابت خانگی روڈ کے نام سے

ولاور خاچی کی دستار بندی

عقاب دلاور غلغلہ مچا اپنے والد کی طمع سیاست اور عوامی زلزلہ سے
لگا رہا شیخ کرتے آئے ہیں۔ پھر بھی سیاست میں ناگاہ کو کچھ باشندوں کے ترشہم کلا
سکائی اور تعلیم اور والد کی طرف سے ملحقہ ایسا سوال میں کبھی کبھار لڑکے سے نکلی

شہرت سے دور رہنے کے باوجود بھی نواب مصائب کا سلسلہ ۱۹۶۹ء میں بطور گورنر مندر
تقرر کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ۱۹۶۹ء تک اس عہدے کے فرائض انجام دیئے تھے
نواب دلاور خان کی بہت مذہب پرست آدمی ہیں مطالعہ کے بہت شوقین ہیں
وجہ سے مدینہ منار، جلیل الطبع اور خوشی نرانا طبیعت کے مالک ہیں ریاست گونا گوندہ
میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر رہتے ہیں۔ اور وہاں کے عوام کے کسی بھی قسم
کی آفت میں مبتلا ہونے کی صورت میں وہاں کا شیعہ ائمہ اپنے فرائض

دیگر کمر وار

مرزا بنواز بخشو نے الحاق جو ناگدھ کے سلسلے میں تارکے ساز کر دار اور اگر سنے
کے بعد سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لیا اور ساتھ جو ناگدھ کے ٹھیکہ دہی سال
بعد نومبر ۱۹۵۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

دیاست پر بھارت کے قبضہ کے بعد مانا اور کے شیخ غلام محمد الدینی کو کچھ عرصہ کے لئے بھاؤ نگر کے جہازا جی کے پاس اور انگریزوں کے شیخ نصیر الدینی کو پھر دہندہ کے رانا کے پاس بطور سرکاری بھان " رکھا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آزادی آئے ہی وہ دونوں کو پی آگئے۔ بعد میں شیخ غلام محمد الدینی کو اقوام متحدہ کے پاکستانی وفد میں بطور سبک دکن شامل کیا گیا۔ اس وقت مانا اور انگریزوں کے شیخ بھاجان کراچی میں تعمیر حیات میں۔

مراد پٹیل نے ہندوستان کے نقطہ میں ویسوی خط کو نکالنا چاہا۔
والہ اندو ونگ کے قریب کی جو قسم کی تھی اسے ان اہم نقطہ جات کو اپنا
جگہ چننا ہے کہ یہ عرصہ بعد وہ دیر جگہ میں انتقال کر گئے۔

وہ ہاتھ لگا کر دھو لکھتے کہ جسے شرف ہے گا وہ اس کا شرف ہی ہے
ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس نے اپنے
لکھنے سے پہلے اس کی ہاتھ دھو لکھتے تھے۔

یاب تیر ہواں

قریبی نے آئینہ سامنے رکھ دیا تو بڑا ہلکا آ کے عنوان کے تحت ایک مضمون میں
باشعہ گوئی جو ناگڈھ کے خیالات کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔
"ہمارے اشراف کا طرز فکر اور جو ناگڈھ کے سوال پر مکمل خاموشی اس بات
کا ثبوت ہے کہ وہ بات چیت چاہتے ہیں کہ طرز فکر مت مشابہت جو ناگڈھ کو خود
بھیلا دے گی۔ جو ان احوال بھارت کے سوال کے متعلق ہے، یا واقف وہ اس مشابہ
ت کا بھی گواہ ہوئے۔ صحیح معنی میں، اگر ایسا ہے تو یہ ہمارے لئے بڑا ہی مشکل
عنوان کے لئے بڑی ہی شرم کی بات ہے۔ کیا وہ چاہتے ہیں کہ ہم جو ناگڈھ کے لئے
پتہ چال کر لیں جو حاکم کو راستہ کو پستان کے ساتھ شامل کرنے میں کسی غلطی تو
نہیں کی اور کیا وہ ان کے خواب اور خیال کو اپنا ہی تمام ہے اور اور مشمولہ نہیں؟"

کیا کھویا کیا پایا؟

تفویض

[illegible][illegible]

مہمیتوں کا کردار

کاٹھیاواڑ کے مہمن مسلم لیگ کے پُر جوش حامی تھے جس کے نتیجے میں ہندو اور کتیاند کے مہمنوں کو مکمل طور پر روٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں مہمنوں کو اپنے گھر بار، کاروبار اور کروڑوں روپے کی املاک چھوڑ کر پاکستان آئے۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے مہمنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک مختصر انداز سے کے مطابق یہ نقصان چند ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے مہمن برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو ہجرت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانو امین حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد تھی۔ ان میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر قاصد کے لئے جیسی فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کی جائیداد مہمن قاسم کرانت اینڈ چیمبرٹیل و تحف فنڈ کے نام تھی۔ ان کے اس تمام مشرکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پچیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ آزادانہ کے وقت برصغیر میں ان کی ۱۲ کاروباری شاخیں موجود تھیں۔ جن میں سے صرف دس کے سوا باقی تمام ہجرت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو متروکہ جائیداد قرار دے کر ضبط کر لی تھی۔ ان تمام شاخوں میں کروڑوں روپے کا تجارتی سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی اپنی عمارتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بنکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پچاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے انہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر تاجروں نے بھی کروڑوں روپے تک کی نقدی حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثے گنوا دیئے۔

(INTENDING REFUGEE)
قرار دے کہ اس کی جائیداد ضبط کر لی جاتی تھی اس قانون پر نہایت بے دردی سے عمل کیا گیا جس کی وجہ سے کاٹھیاواڑ اور ہجرات کے مسلمانوں کی ہجرت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو سلسلہ اب تک جاری رہا۔

ہجراتی مسلمان

کاٹھیاواڑ، ہجرات، کچھ اور مہمنی کے علاقوں سے آکر پاکستان میں حکومت اختیار کرنے والے برصغیر اور دیگر برادری کے مسلمانوں کو "ہجراتی مسلمان" کے نام سے پہچانا جاتا ہے چونکہ ان کے آبائی وطن میں ہجراتی اور اس کی ذیلی زبانیں ان کی روزمرہ بول چال اور کاروبار میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے یہاں پاکستان میں بھی ان کی بہت بڑی اکثریت یہی زبانیں اپنے باہمی بول چال اور کاروبار میں استعمال کرتی ہے۔

ان ہجراتی مسلمانوں نے پاکستان آکر کبھی بھی ہجرت جوئے کا دعویٰ کر کے اپنی آباد کاری کے لئے حکومت سے کوئی امداد طلب نہیں کی۔ بلکہ دیگر مہمنوں کے دھوکوں مہا جریں کو خود اپنی مبالغہ سے امداد دی ہیں۔ تو ہی زندگی کے مختلف شعبوں میں انہوں نے حکومت سے کبھی کسی قسم کی کوئی مالی امداد طلب نہیں کی اور صرف نجی وسائل، ذاتی محنت اور محنت و مہارت کے ساتھ ان گنت فخریہ کارنامے انجام دیئے ہیں۔

نائب نہایت فدا کی کے الحاقی جو گاندھو کے اہل فیصلے کے نتیجے میں پاکستان آئے والے ان ہجراتی مسلمانوں اور خصوصاً مہمنوں نے ہجرت میں بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود پاکستان کی اس وقت کی بیمار و کمزور معیشت کو استحکام بخشنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تاجروں کو دھکی دی اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس موقع پر سابق صدر
 لاہور میں اچاریہ کرچان کو بھی فراخوش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلاوجہ ہمارے صوفی منش
 منہ بھی ہندو بھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراؤنے خواب دکھلا کر راجہ دہم
 کے حکم کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس غلام کو جنرل وسط ہند
 اور راجستھان سے آنے والے مسلمانوں نے پر کیا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی
 روک ٹوک کے پاکستان سے دھن دھن دولت یہاں تک کہ ٹوٹے کا پتھرا اور پہل بڑ
 تک لے کر بھارت مانا کے چرنوں میں بیٹھنے سے لے پلے گئے وہ تو بغیر کسی روک
 ٹوک کے اس طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک گھر سے دوسرے گھر
 میں منتقل ہو جائے۔ قائد اعظم کی تخت تکیہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی پتھیر
 خالی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی مکمل آزادی ہو
 اور اس لئے ایسا وزارت گھر سے اور اونٹ ٹکڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تار بندھا
 رہا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو درغلانے اور گمراہ کئے گئے تھے
 حسرت و اس سے اپنے دھن دھن کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کے لئے دعا
 گھر پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ ذمہ دار۔ بھلا کس لیکن عیش پرست تھے ان کے
 جانے سے ہمارے ملک میں ایک عرصہ تک بے رونقی رہی اور اقتصادی انحطاط
 بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہو گیا۔ زمین بھائیوں۔ دہلی کے سوانا گروں اور
 دیگر مسلم ناموروں نے بھی کی مرمت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام کو
 بدستور رکھ کر فضل بھائی رہ گئے۔

متعدد کارنامے

سیٹوں اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے پاکستان میں شہادت، امن و
 حکومت اور خدات و مسجود کے شہرہ نامی میں جو اہم خدمات انجام دیں
 ان کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔

ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہو
 گا کہ پاکستان کی دس کروڑ کی آبادی میں گجراتی مسلمان صرف تین فیصد ہونے کے باوجود
 خدمت و جہاد قیام شہادت میں ان کا حصہ ان کی آبادی کے مقابلے میں بہت ہی
 زیادہ رہا ہے۔ اسٹاک ایکسچین، جیجیر اور دیگر تجارتی اداروں میں وہ اہم مقام کے
 حامل ہیں۔ نیز اس برادری کے صلے پسند، پیاساں اور پٹنوں ہونے کی وجہ سے
 لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیگر اقوام کے مقابلے میں گجراتیوں
 کے چڑوس میں رہائش اختیار کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

نظم و ضبط اور اتحاد

یہ سب گجراتی مسلمان اعلیٰ قسم کا سماجی نظام رکھتے ہیں۔ ان کی ہر ایک برادری
 کے متعدد سماجی ادارے ہیں جو جماعت کے نام سے پکارتے جاتے ہیں۔ یہ جماعتیں
 سماجی معاملات میں نظم و ضبط نافذ کرتی ہیں۔ فرسودہ رسم و رواج کو ختم کرنے کی کوششیں
 کرتی رہتی ہیں اور اپنے مستحق ارکان کو مختلف طریقوں سے امداد دیتی رہتی ہیں
 ان میں سے کئی سماجی اداروں نے متعدد کلیںک، اسپتالز، لڑچے خانے، اسکولز
 و دسے، کالج و غیرہ قائم کئے ہیں جن سے ہر پاکستانی بلا امتیاز قوم و نسل مستفید
 ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ادارے ہر سال اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ شائع کرتے
 ہیں اور ان کے عہدہ میاں کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند بڑی
 برادریوں کے اپنے مرکزی ادارے بھی ہیں۔ گجراتی مسلمانوں میں تعلیم کا اوسط بہت
 دوسری اقوام کے زیادہ ہے۔

یہ تمام گجراتی خدمتی ادارے ہر سال خدمت خلق کے لئے کئی کئی خدمات فرم
 کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ کلی کروڑوں تک جا پہنچتا ہے۔

سیاست کے میدان میں

گجراتی سلطان مکمل آزادی کا نظریہ دیکھتے ہیں اور اس کو جس سے وہ طاقت
سیاسی اور مذہبی اور دونوں اور گرد ہوں میں بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ نتیجتاً وہ سائنس
گجراتیوں کی اکثریت کے حامل علاقوں سے بھی وہ منتخب نہیں ہو پاتے۔ بلکہ موجود
اس کے وہ بلدیاتی ارکان سے لے کر گورنر کے عہدے تک منتخب و نامزد ہوتے رہتے
ہیں صرف سابقہ دست جو ناگہان کے اشتعال کا اگر کیا جائے تو خواب و بیدار کی
ایک عشرہ پہلے گورنر سندھ کے عہدے پر رولن انروز ہو چکے ہیں۔ سندھ کے
عشرہ میں قاسم عباس پٹیل رجسٹرار اور سندھ کے عشرہ میں جناب کے۔ ایس
نہا و خان بلوچ دیکھنا سندھ کے صوبائی وزیر اور اس عشرہ میں حاجی منیر علی
وفا گ وزیر کے طور پر فاضل انجم دے چکے ہیں۔ سندھ کے عشرہ میں جناب
سید رحیم داؤد دانا اور جناب اس کے سوار روپا اولیٰ ٹوٹی اہلی میں اور سندھ
کے عشرہ میں جناب عبدالعزیز رنگیلہ دیکھنا سندھ کی صوبائی اسمبلی میں منتخب ہو چکے
تھے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل مولانا عبد الستار اویسی دانا ٹوٹی ہیں اسی عشرہ
میں عباس شوریٰ کے رکن نامزد ہو چکے تھے۔

بڑا نقصان

الٹان کے نتیجے میں لاکھوں گجراتی مسلمانوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ گورنر
وہ چھ کی تھاک گئے ان پڑی اور اپنے مشورہ اہل خاندان کو چھوڑنا پڑا۔ پاکستان
میں سندھ حالات کے دائرہ کے تحت ان کی زبان تک پہنچ گئی اور وہ اپنے توبی
ورثہ اور سابقہ تاریخ کا بھی بڑی مددگار بن گئے۔ ان کی امداد سے چلنے والے سندھ
تعلیم گاہوں میں ان کی اپنی زبان کی تعلیم کے لئے کوئی بھی مقام دستیاب نہ کئے
والے گجراتی مسلمانوں کو پہنچنے والا یہ سب سے بڑا لیکن نئی نقصان تھا۔
اس کے باوجود بھی ۲ گجراتی انتخابات اور ایک دور میں جہان آبادان کے عمارتیں
کی بہت بڑی تعداد نے اشاعت کے شعبے میں گجراتی کو پاکستان کی توہین صوبائی زبان
کا دور دے رکھا ہے۔ تقریباً تین چار دہائیوں میں مسلمان و گجراتی خاندانوں سے
اس زبان کے احیاء کی کوششوں میں مقصد سے رہے ہیں پاکستان میں گجراتی زبان
حکومت کی اور خود گجراتیوں کی جہت تو ہیں اور تفاعل کے باوجود وہ سب سے اور
گجراتی ثقافت کو خوشبو چار اطراف پھیل رہی ہے۔

حرف آخر

ہرگز کوئی اس مسئلہ جاری رہتا ہے اس کو روکا جائے پس موثر نہیں جا سکتا
 جو یہ صوبہ کے وسط میں ہارنگ سے زبردست سیلاب میں دنیا کے تقریباً تمام
 ملکوں کی بادشاہیں یہ جھیلیں اس کے ساتھ ریاست جو ناگہان بھی تاریکی پارینہ بن
 گئی ہیں وہ سو سال قدیم ہائی ریاست کی یہ برادری ایک غنائیدہ وسیع ملک کی خوشحالی
 کا سبب بن گئی۔

جب مہارت خاں کے لئے اپنی ریاست کے الحاق کا فیصلہ کیا اس وقت شاید
 کسی کے دہم و گمان میں یہ بات ہوئی کہ صرف ۲۵۰ کے بعد بھارتی افواج کے
 تھے اور اس کے ساتھ ریاست کے بیشتر سلطان کو اور ان کے ساتھ کاشیادار
 اور گجرات کے فاکوں سلطان کو اپنا بھارتی سوچا ہو گیا۔ مہارت خاں کو جسے کدورت
 کے ساتھ پاکستان پہنچا دیا گیا اور پاکستان کی سرحدوں میں جیسے جیسے اس کے
 دشمنوں کو ان کے ملک میں لایا گیا کہ یہ صرف چھ ماہ میں ختم ہو جائے گا، اس کا نتیجہ
 مسلم بیادوں پر لکھا کہ اگر کدورت میں داخل دیکھتے اور اس کے بعد بھی
 ملک کا غیر ملکی میں ہم کو مار کر رہے رہیں گے۔

جب مہارت خاں کے فیصلے کے نتیجے میں بھارتی سواروں کے ہتھیار پیدا
 ہوئے ان کے دیرینہ دوست کو قتل و بھارتی ریاست جو ناگہان خود ختم ہو گیا۔ بادشاہ
 اور کدورت شہر ہو گئے لیکن ان کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئے۔ اسی کے ساتھ
 اس کے ساتھ ہی کہ کدورت کا یہاں ہے۔

ختم شد

حوالہ جات

کتابیں گجراتی

- ۱۔ مولیٰ لال دودھان شاہ، "دشمنوں کی زندگی" (۱۹۶۳ء)
- ۲۔ گانڈھی ساتھی مسٹر، "سورت"۔ ۱۹۶۳ء
- ۳۔ حبیب اللہ کھانی، "پاکستان اور زمین" (۱۹۸۲ء)
- ۴۔ راجہ جی کوٹھاری، "جونا گڑھ خاں کی راجہ جی کوٹھاری کی حکومت" (۱۹۶۹ء)
- ۵۔ راجہ جی کوٹھاری، "سورت کا سورج و چاند" (۱۹۶۹ء)
- ۶۔ مترجم شہسو پر شاہ دیباکی، غیر مشہور خاندان سورج و چاند
- ۷۔ مان ترینی گجراتی تریبہ، "پر جیاس پرکاش، جونا گڑھ"
- ۸۔ شہسو پر شاہ دیباکی، "سورج و چاند" (۱۹۶۹ء)
- ۹۔ سورج سینا سنسکرتی سنگھ، "جونا گڑھ"۔ ۱۹۶۹ء
- ۱۰۔ عمر فضل خاں دیباکی، "لوہیہ لوٹ" (خون اور موت) سنہ ۱۹۶۹ء
- ۱۱۔ عمر فضل خاں دیباکی، "پاکستان میں گجراتی زمینیں سال بعد"
- ۱۲۔ کدورت، "گجراتی زمینیں"۔ ۱۹۶۹ء

[illegible]

Group	Percentage (%)
All respondents	~78%
Nonusers	~82%
Users	~75%

...and the other is the fact that the system is not yet fully developed.

القبر العتيق في جامع أبي بكر الصديق

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.

1. *THEORY OF THE EARTH*

تاریخ: ۱۳۹۵/۰۵/۰۵

ج. انحصار صریح: "به هیچ فردی"

1992, 1993, 1994, 1995, 1996, 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 26

[illegible]

Figure 1

OK, I am not a student

152

1997

کوان گجراتی

[illegible]

کتابخانه محقق المدنی الہیاتی کا دس سالہ مجلہ ۱۹۷۱ء

2010-2011

[illegible]

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.

تینوں کیلئے کڑی

۴۰۰ - مراد از این کلمه چیست؟

5402

75

— 23 —

میں نے

2000-2001

گجراتی روزنامے اور تحریکات

۱. "مسلم ٹائمز" (روزنامہ، بمبئی، مدیر: "صادق")
۲. "مسلم بیلٹن" (ہفتہ وار، راجکوت، مدیر: "نور")
۳. "مسلم گجرات" (ہفتہ وار، سورت، مدیر: "صادق")
۴. "پاکستان" (ہفتہ وار، بمبئی، مدیر: "حسین خان بھڑو")

انگریزی کتابیں

1. Chaudhri Mohammad Ali: "EMERGENCE OF PAKISTAN" University of Punjab Lahore- 1971.
2. Meen, B.V. "THE GREAT DIVIDE" Oxford University Press, Karachi- 1970.
3. Jones, Alan Campbell "MISSION WITH MOUNTBATTEN" Robert Bell & Company, London- 1951.
4. Meen, V.P. "STORY OF THE INTEGRATION OF INDIAN STATES" Oriental Longman, Calcutta. 1956.
5. "TIMES OF INDIA DIRECTORY". 1939.

ملاقاتیں

مندرجہ ذیل فہرست میں تحریر کئے گئے تمام انفراد سوانح کے اس وقت پاکستان آچکے ہیں۔

قوس میں ان افراد کے آبائی مقامات کے نام تحریر کئے گئے ہیں۔

۱. جناب اختر ایل۔ ایل۔ بی (دہلی والا)
۲. جناب اسماعیل ابراہیم کاروات (جونا گڑھ)
۳. جناب اسحاق محمد امریلیا (دہلی)
۴. جناب اسماعیل محمد امریلیا (دہلی)
۵. جناب سید اکبر علی محمد میاں (دہلی)
۶. جناب حاجی رزاق جانو (دہلی)
۷. جناب ڈاکٹر ذاکر حسین محمد میاں مولوی (دہلی)
۸. جناب زین العابدین "دہوش" ترقی (جونا گڑھ)
۹. جناب عبدالعزیز یوسف دانا والا (دہلی)
۱۰. عبدالقادر مولوی لاکھانی مرحوم (بھارت)
۱۱. جناب عمر فاضل فاروق (کتیان)
۱۲. جناب غنی ڈولا (دہلی)
۱۳. جناب محمد علی خواجہ ترخان (جونا گڑھ)
۱۴. جناب شیخ نور محمد عمر (جونا گڑھ)
۱۵. جناب ولی محمد امی جی پٹیل (دہلی)
۱۶. جناب لبرون "آگ" (دہلی)
۱۷. جناب یوسف حسین قاسم دادا (بھارت)

اشاریہ

”الحاق جو ناگزیر“ میں جن شخصیات، مقامات اور اداروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کو حدود ذیل اشاریہ میں گروہ کے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جو ناگدھ ریاست، جو ناگدھ شہر، کاٹھیاواڑ، بلوچان پاکستان اور ہندوستان کا اس کثرت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے کہ ان سے متعلق صلیات کے نمبر اس اشاریہ میں ضروری ہیں سمجھے گئے تاہم جو ناگدھ ریاست اور جو ناگدھ شہر سے متعلق اہم موضوعات کا بیان جن صلیات پر ہے ان کے نمبر اس اشاریہ میں شامل کئے گئے ہیں

میں جو لوہی سے متعلق میری سابقہ چار کتابوں کے مطابق اس کتاب میں بھی جن میں شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے اس اشاریہ میں ان کا نام میں ان کی ولادت خاندانی نام اور ان کے آبائی وطن کے نام کے مذکور ہے اگرچہ ان کے نام میں یکسانیت ہونے کے باوجود ان کی صحیح شناخت کے لئے ان کا خاندانی نام اور ان کے آبائی گاؤں کا ذکر کرنا لازمی رہتا ہے۔

۱۳۵	۱۳۶
۱۳۷	۱۳۸
۱۳۹	۱۴۰
۱۴۱	۱۴۲
۱۴۳	۱۴۴
۱۴۵	۱۴۶
۱۴۷	۱۴۸
۱۴۹	۱۵۰
۱۵۱	۱۵۲
۱۵۳	۱۵۴
۱۵۵	۱۵۶
۱۵۷	۱۵۸
۱۵۹	۱۶۰
۱۶۱	۱۶۲
۱۶۳	۱۶۴
۱۶۵	۱۶۶
۱۶۷	۱۶۸
۱۶۹	۱۷۰
۱۷۱	۱۷۲
۱۷۳	۱۷۴
۱۷۵	۱۷۶
۱۷۷	۱۷۸
۱۷۹	۱۸۰
۱۸۱	۱۸۲
۱۸۳	۱۸۴
۱۸۵	۱۸۶
۱۸۷	۱۸۸
۱۸۹	۱۹۰
۱۹۱	۱۹۲
۱۹۳	۱۹۴
۱۹۵	۱۹۶
۱۹۷	۱۹۸
۱۹۹	۲۰۰
۲۰۱	۲۰۲
۲۰۳	۲۰۴
۲۰۵	۲۰۶
۲۰۷	۲۰۸
۲۰۹	۲۱۰
۲۱۱	۲۱۲
۲۱۳	۲۱۴
۲۱۵	۲۱۶
۲۱۷	۲۱۸
۲۱۹	۲۲۰
۲۲۱	۲۲۲
۲۲۳	۲۲۴
۲۲۵	۲۲۶
۲۲۷	۲۲۸
۲۲۹	۲۳۰
۲۳۱	۲۳۲
۲۳۳	۲۳۴
۲۳۵	۲۳۶
۲۳۷	۲۳۸
۲۳۹	۲۴۰
۲۴۱	۲۴۲
۲۴۳	۲۴۴
۲۴۵	۲۴۶
۲۴۷	۲۴۸
۲۴۹	۲۵۰
۲۵۱	۲۵۲
۲۵۳	۲۵۴
۲۵۵	۲۵۶
۲۵۷	۲۵۸
۲۵۹	۲۶۰
۲۶۱	۲۶۲
۲۶۳	۲۶۴
۲۶۵	۲۶۶
۲۶۷	۲۶۸
۲۶۹	۲۷۰
۲۷۱	۲۷۲
۲۷۳	۲۷۴
۲۷۵	۲۷۶
۲۷۷	۲۷۸
۲۷۹	۲۸۰
۲۸۱	۲۸۲
۲۸۳	۲۸۴
۲۸۵	۲۸۶
۲۸۷	۲۸۸
۲۸۹	۲۹۰
۲۹۱	۲۹۲
۲۹۳	۲۹۴
۲۹۵	۲۹۶
۲۹۷	۲۹۸
۲۹۹	۳۰۰
۳۰۱	۳۰۲
۳۰۳	۳۰۴
۳۰۵	۳۰۶
۳۰۷	۳۰۸
۳۰۹	۳۱۰
۳۱۱	۳۱۲
۳۱۳	۳۱۴
۳۱۵	۳۱۶
۳۱۷	۳۱۸
۳۱۹	۳۲۰
۳۲۱	۳۲۲
۳۲۳	۳۲۴
۳۲۵	۳۲۶
۳۲۷	۳۲۸
۳۲۹	۳۳۰
۳۳۱	۳۳۲
۳۳۳	۳۳۴
۳۳۵	۳۳۶
۳۳۷	۳۳۸
۳۳۹	۳۴۰
۳۴۱	۳۴۲
۳۴۳	۳۴۴
۳۴۵	۳۴۶
۳۴۷	۳۴۸
۳۴۹	۳۵۰
۳۵۱	۳۵۲
۳۵۳	۳۵۴
۳۵۵	۳۵۶
۳۵۷	۳۵۸
۳۵۹	۳۶۰
۳۶۱	۳۶۲
۳۶۳	۳۶۴
۳۶۵	۳۶۶
۳۶۷	۳۶۸
۳۶۹	۳۷۰
۳۷۱	۳۷۲
۳۷۳	۳۷۴
۳۷۵	۳۷۶
۳۷۷	۳۷۸
۳۷۹	۳۸۰
۳۸۱	۳۸۲
۳۸۳	۳۸۴
۳۸۵	۳۸۶
۳۸۷	۳۸۸
۳۸۹	۳۹۰
۳۹۱	۳۹۲
۳۹۳	۳۹۴
۳۹۵	۳۹۶
۳۹۷	۳۹۸
۳۹۹	۴۰۰
۴۰۱	۴۰۲

مصنف کا تعارف

گجراتی زبان کے مشہور محقق و مصنف حبیب لکھانی ۱۹۲۵ء میں کاٹھیاواڑ کے شہر امرلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ۱۹۴۷ء میں بمبئی یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیابی حاصل کی۔ آزادی کے فوراً بعد وہ کراچی آگئے۔ ۱۹۵۱ء میں روزنامہ ”ڈان“ (گجراتی) سے اپنی صحافت اور ادبی کارکردگی کی ابتداء کی۔ اس دوران انہوں نے ایک مجلس سماجی کارکن کے طور پر بھی شہرت پائی۔ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کی بیماری کی وجہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس وقت تمام گجراتی مدیروں نے ایک شاندار جلسہ میں خراج تحسین کے طور پر ایک طلائی تمغہ کے ساتھ جذباتی ماحول میں انہیں الوداع کہا۔

چند آپریشنوں کے بعد آنکھوں کی کچھ بیناں پلتے ہی وہ پھر سے میدان ادب میں دگنے جوش و ولولے کے ساتھ کود پڑے اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۹ء تک کے آٹھ سالوں کے دوران ان گنت مضامین کے علاوہ گیارہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے تراجم کی کچھ کتابیں مختلف مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی ماندہ کتابیں مبین برادری کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں دو انگریزی تصانیف بھی شامل ہیں۔ موجودہ کتاب ان کی پہلی اردو تصنیف ہے۔ اس وقت ان کی قوت بصارت نہایت محدود ہونے کے باوجود بھی اللہ کی مہربانی سے ان کا قلم پہلے کی طرح رواں دواں ہے۔

ذخیرہ کتب:- محمد احمد وازی کراچی

آپ بھائی پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب الحاقِ جوناگڑھ

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی۔ بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامڑ داس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جوناگڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں ریاست جوناگڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند بینوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا تھرا بار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی بھارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جوناگڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔

جوناگڑھ کے اس الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔